ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

12 تا 18 ستمبر 2002ء

☆ منہج انقلاب نبویؐ کا چھٹا مرحلہ (منبر و محراب)

☆ ہمچوں دیگراں نیست (تجزیہ)

☆ سب راستے جنرل پرویز کو جاتے ہیں (احوال وطن)

## مکی زندگی میں ہاتھ بندھے رکھنے کی حکمت

مکی زندگی میں قتال سے ہاتھ روکنے میں ایک حکمت یہ تھی کہ مومنین کے قلب صبر کے لئے تیار اور حکم ماننے‘ قیادت کے سامنے سر جھکانے اور اجازت کے منتظر رہنے کے عادی ہو جائیں‘ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں بڑی شدید حمیت پائی جاتی تھی اور لوگ ذرا سی بات پر انتقام اور بدلے کے لئے بر سر پیکار ہو جاتے تھے۔ مگر امت مسلمہ کو انسانی قیادت کی جو عظیم ذمے داری سونپی جانے والی تھی ان کی تکمیل کے لئے نفسیاتی صفات کو کنٹرول کرنا اور اپنے آپ کو میر کارواں کے تابع فرمان بنا دینا انتہائی ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ جیسے صاحب حمیت اور حمزہؓ بن عبد المطلب جیسے بہادروں کو بھی صبر کرنا پڑا اور ان تکالیف اور اذیتوں پر خاموشی اختیار کرنا پڑی جو مسلمانوں کی مختصر سی جماعت مکہ مکرمہ میں برداشت کر رہی تھی۔ اس تربیت ہی کے نتیجے میں ان شخصیات کے نفوس میں حمیت و اطاعت‘ بہادری اور تدبر اور جوش اور ٹھہراؤ میں ایک عجیب توازن اور ہم آہنگی پیدا ہوگئی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ چونکہ عربی معاشرت میں نخوت اور بے کسوں کی مدد کے جذبات رچے بسے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کے صبر کرنے اور اذیتیں سہنے کی بنا پر اہل عرب کے دل اسلام کی جانب مائل ہوگئے۔

مکی زندگی میں مقابلے سے باز رہنے کی تیسری وجہ رسول اکرم ﷺ کی یہ حکمت عملی بھی تھی کہ اگر اس وقت مقابلے کی اجازت دے دی جاتی تو ہر گھر محاذ جنگ بن جاتا‘ جس سے اسلام پیغام امن کے بجائے گھریلو امن کی تباہی کا باعث بن جاتا اور داعی اسلام ﷺ کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ اسلام کی وجہ سے گھر گھر میں خونریزی شروع ہو جائے —— مگر ہجرت کے بعد یہ صورت حال کلیتاً تبدیل ہوگئی اور اسلامی جماعت نے اپنی مستقل حیثیت اختیار کر لی جس کے مقابلے پر مکہ کی اجتماعی طاقت تھی۔ لہٰذا اب مسلمانوں کو قتال کی اجازت دے دی گئی۔

مکہ میں قتال سے ممانعت کی ایک چوتھی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت مسلمان محدود و محصور تھے۔ اگر اس وقت مسلمان مدافعت کے بجائے مقابلے کی صورت اختیار کرتے تو یہ مقابلہ ان کے خلاف جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے اور انہیں ایک محفوظ مرکز میسر آ جائے تو اس وقت انہیں قتال کی اجازت دی جائے۔

(سید قطب شہید کی تفسیر ”فی ظلال القرآن“ ناشر اسلامی اکادمی جلد اول سے ایک اقتباس)

# سورۃ البقرۃ (۷۶)

(گزشتہ سے پیوستہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

(البقرۃ:۱۴۳)

اسی سورۂ مبارکہ میں چندرکوعوں کے بعد رمضان المبارک اور روزے کے تذکرے میں یہ بات بھی ہمارے مطالعے میں آئے گی کہ اے نبی! ''میرے بندے جب آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (انہیں بتادیجئے کہ) میں قریب ہی ہوں''۔ کہیں دور نہیں۔ میرا بندہ جب بھی مجھ سے ہم کلام ہو میں اس کی پکار کو سنتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بندے کی پکار کو نہ صرف سنتا ہے بلکہ اگر خلوص واخلاص کے ساتھ دعا کی گئی ہے تو قبول بھی فرماتا ہے۔ اگرچہ قبولیتِ دعا کا مطلب ہمیشہ یہ نہیں ہوتا کہ جو چیز آپ نے مانگی ہے وہی آپ کو مل جائے۔ یہ تو قبولیت کی ایک صورت ہے۔ لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ جو چیز آپ نے مانگی ہے اس کی بجائے کوئی بہتر چیز اللہ آپ کو عطا فرمادے۔ اس لئے کہ اللہ کے علم میں ہے کہ جو چیز آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کے لئے نہ اچھی ہے نہ مفید بلکہ حقیقت کے اعتبار سے آپ کے لئے اس میں شر ہے اور آپ محض اپنی نادانی میں وہ مانگ رہے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کے بجائے وہ چیز آپ کو عطا کرتا ہے جو اللہ کے علم میں حقیقتاً آپ کے لئے صحیح اور مفید ہے۔ اور تیسری شکل یہ بھی ہے کہ اگر اس وقت دنیا میں کوئی بھی چیز دینا اللہ کی حکمت میں نہیں ہے تو وہ اس دعا کو آپ کے حق میں آخرت کا ذخیرہ بنالیتا ہے۔ الغرض دعا ناکام یا بے نتیجہ رہ جانے والی شے نہیں ہے۔ گویا اللہ تو ہر وقت آپ کی پکار اور دعا کو سنتا ہے۔ جب بھی آپ ہم کلام ہونا چاہیں آپ براہ راست اس تک اپنی فریاد پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی جب اللہ اپنے کسی بندے سے ہم کلام ہوتا ہے تو درمیانی واسطے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اتنا پست ہے کہ بشریت کی حدود میں رہتے ہوئے وہ بغیر کسی واسطے کے براہ راست اللہ کا کلام سننے سے عاجز ہے۔ یہاں واسطہ ضروری ہے۔ اللہ کا مقام بہت بلند ہے۔ کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے براہ راست کلام کرے۔ ہاں وہ کلام کرتا ہے تو وحی کے ذریعے سے کرتا ہے۔ فرشتے کو بھیجتا ہے یا پردے کے پیچھے سے کلام کرتا ہے۔ دیکھئے سورۃ الشوریٰ:۵۱ ''نہیں طاقت کسی آدمی کی کہ بات کرے اُس سے اللہ مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے (فرشتہ) پیغام لانے والا اور پھر وہ پہنچادے اس کے حکم سے جو وہ چاہے''۔ معلوم ہوا کہ انسان کے ساتھ ہم کلام ہونے کے لئے بہر حال اللہ تعالیٰ نے رسولِ مَلک اور رسولِ بشر کے واسطے مقرر کئے ہیں۔ انہی کا ذکر سورۃ الحج کے آخری رکوع میں ہے۔ ''اللہ پسند فرمالیتا ہے فرشتوں میں سے اپنے پیغام بر اور انسانوں میں سے بھی۔'' یہ دو درمیانی کڑیاں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے جو ہدایت اور کلام نازل ہوتا رہا ہے اس میں پہلا واسطہ رسولِ مَلک یعنی فرشتہ جبریل اور دوسرا واسطہ رسولِ بشر ہوتا تھا۔ اب حضور ﷺ پر سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہوگیا ہے تو اب اس میں تیسری کڑی یعنی امتِ محمد (ﷺ) بھی شامل کر دی گئی ہے۔ اس بات کو اگر کھول کر بیان کیا جائے تو وہ کچھ یوں ہوگی کہ اللہ نے اپنا آخری اور مکمل پیغام یعنی قرآن حکیم دو واسطوں کے ذریعے نوعِ انسانی کو عطا کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کا پیغام محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا اور پھر آپؐ نے اللہ کا یہ پیغام اپنی قوم اور اُمت تک پہنچایا۔ آنحضور ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والے افراد آدم تک اس پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری اب اِس امت پر ہے۔ گویا رسالت کی دو کڑیوں میں (رسولِ مَلک اور رسولِ بشر) اب ایک تیسری کڑی یا تیسرے واسطے کا اضافہ ہوگیا ہے اور یہ مقام امت محمد ﷺ کو عطا ہوا ہے۔ اسی لئے اسے ''امت وسط'' قرار دیا گیا ہے۔

یہاں سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ رسول خاص ہے اور نبی عام۔ دوسرے لفظوں میں ہر رسول لازماً نبی بھی ہے لیکن ہر نبی لازماً رسول نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔ قرآن پاک میں آپ کو یاایھاالنبی سے خطاب ہوا ہے اور یاایھا الرسول بھی کہا گیا ہے۔ (جاری ہے)

☆ ☆ ☆



## صاحب استطاعت نہ ہونے کی صورت میں ہدیہ کا بدل

عَنْ جَابِر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُعْطِیَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْیُجْزِ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰی فَقَدْ شَکَرَ وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَهٗ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ (رواہ الترمذی و ابوداود)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس کو تحفہ/ہدیہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس بدلے میں دینے کے لئے کچھ موجود ہو تو وہ ضرور جوابی ہدیہ دے۔ اور جس کے پاس جوابی ہدیہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ (بطور شکریہ) اس کی تعریف کرے اور اس کے حق میں کلمہ خیر کہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے شکریہ کا حق ادا کردیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملہ کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی۔ اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اس صفت سے جو اس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو جھوٹ اور فریب کے دو کپڑے پہنے۔

ایک دوسرے فرمان کی رُو سے اگر کوئی بدلہ میں جزاک اللہ کہہ دے تو شکر کا حق ادا ہو جائے گا۔ آخری جملہ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنا لباس اور طرز زندگی ایسا اپنالے اور کمالات واوصاف ظاہر کرے کہ لوگ اسے ہدیئے اور تحفے دیں حالانکہ وہ ان اوصاف وکمالات کا حامل نہ ہو تو یہ فریب اور بہروپیاپن ہوگا جس کے لئے ''لَابِسُ ثَوْبَیْ زُوْرٍ'' کا محاورہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

# 11 ستمبر اور امتِ مسلمہ

آج گیارہ ستمبر ہے۔ پوری دنیا اسے نائن الیون کے نام سے جانتی ہے۔ ٹھیک ایک سال قبل 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ اور اس کے رہنے والوں پر ایک قیامت گزر گئی تھی ـــــ پوری دنیا پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ امریکی حکومت کے خلاف دہشت گردی کی یہ نہایت انوکھی واردات تھی جس کے منصوبہ سازوں نے خارج سے کوئی میزائل پھینکے نہ کسی نوع کی جنگی قوت استعمال کی۔ لیکن حملہ اتنا کاری اور بھرپور تھا کہ امریکی غرور خاک میں مل گیا اور قوت و طاقت کے بھرم کا دھیلا ہو کر رہ گیا۔ امریکہ کی معاشی عظمت و سطوت کی علامت ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دونوں فلک بوس ٹاور کچھ اس طور سے زمین بوس ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا اور امریکہ کی فوجی قوت و طاقت کا نشان پینٹا گون کی نہایت ''مضبوط و محفوظ'' عمارت کو بھی دشمنوں نے بدترین چرکا لگا کے چھوڑا۔

اس واقعہ کے باعث امریکہ کو جو زک اٹھانا پڑی وہ اتنی شدید اور دیرپا ہے کہ رہتی دنیا تک امریکہ نہ تو اپنی پیشانی سے اس داغ کو دھونے میں کامیاب ہو سکے گا اور نہ ہی اس کے منفی اثرات سے کبھی رستگاری حاصل کر سکے گا۔ آج' ٹھیک ایک سال گزرنے کے بعد بھی اس نام نہاد ''ورلڈ سپریم پاور'' کا حال یہ ہے کہ پورے امریکہ میں ایمرجنسی کی کیفیت ہے' خوف و دہشت کا دور دورہ ہے' کئی ممالک میں امریکی سفارت خانے بند ہیں' ہیلی کاپٹروں اور جنگی طیاروں کی مدد سے حساس مقامات بشمول پینٹا گون کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے' واشنگٹن' نیویارک اور بعض دیگر امریکی ریاستوں میں 36 گھنٹے کے لئے ہر نوع کی ریگولر پروازیں بند کر دی گئی ہیں ـــــ کہ دشمن کی جانب سے بار دگر حملہ کا خدشہ موجود ہے!! اس بحث سے قطع نظر کہ 11 ستمبر کے ناقابل فراموش واقعے کے اصل ذمہ دار کون ہیں اور بعض ظاہری کرداروں کے پس پردہ اصل سازشی عنصر کون سا ہے جس کے فتنہ ساز ذہن کی یہ کارفرمائی تھی' ـــــ اگر امریکہ کے اس موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ساری کارروائی اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کی تھی' تو نہایت مضحکہ خیز صورتِ حال سامنے آتی ہے ـــــ کیا یہ امریکہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام نہیں کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اوجِ ثریا تک پہنچنے اور جنگی قوت و طاقت کے اعتبار سے دنیا کی واحد ''سپریم پاور'' ہونے کے باوجود ایک بے سروسامان گدڑی پوش درویش اسامہ بن لادن اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں سے یوں خوفزدہ ہے جیسے بکری کسی شیر سے خائف ہوتی ہے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے ـــــ!!

بہرکیف ـــــ اس ناقابلِ یقین واقعے کے نتائج و عواقب کو اگر سامنے رکھا جائے تو بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ:

(1) یہ واقعہ عالم اسلام کے خلاف ایک نہایت گہری عالمی سازش کا شاخسانہ ہے۔ اس واقعے کے حوالے سے عالمی میڈیا نے کمال عیاری کے ساتھ بغیر کسی ثبوت کے اسامہ بن لادن کو موردِ الزام ٹھہرا کر پوری دنیا کی رائے عامہ کو مسلمانوں کے خلاف ہموار کیا اور امریکی غیظ و غضب اور جوشِ انتقام کا رخ نہایت کامیابی کے ساتھ افغانستان اور پاکستان کی طرف پھیر دیا۔ چنانچہ امریکہ جو غصے اور انتقام کی آگ میں اندھا ہو چکا تھا' کسی قابلِ ذکر ثبوت کے بغیر اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر چڑھ دوڑا۔

(2) اس ساری صورتِ حال کا اصل فائدہ اسرائیل کو ہوا۔ فلسطینی مسلمانوں پر اس کے ہولناک مظالم کے باعث پوری دنیا میں اس کے خلاف آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی تھیں۔ اس واقعے کے بعد پوری دنیا میں مسلمانوں کو مطعون کیا جانے لگا اور اسرائیل کے ظلم و ستم سے توجہ ہٹ گئی۔ 11 ستمبر کے سانحہ سے متاثر ہو کر صدر بش نے پورے عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کر کے طبلِ جنگ بجا دیا' اور یہی اسرائیل کی خواہش تھی!

(3) اس تناظر میں یہ رائے نہایت وزنی معلوم ہوتی ہے کہ 11 ستمبر کے ہوشربا واقعے کے پس پردہ دراصل یہودی سازشی ذہن کی کارفرمائی تھی جس نے ایک تیر سے کئی شکار کئے۔ گمان غالب ہے کہ یہ بدنام زمانہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کا کارنامہ ہے جس نے بعض عرب نوجوانوں کے جذبہ جہاد اور ذوقِ شہادت کو Exploit کر کے انہیں شاطرانہ انداز میں استعمال کیا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اسرائیل کی بے جا حمایت کے باعث عرب نوجوانوں میں امریکہ کے خلاف شدید نفرت کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایک خفیہ مشن میں ایسے نوجوانوں کو استعمال کرنا چنداں مشکل کام نہ تھا ـــــ اس اہم حقیقت کو بھی فراموش کرنا مناسب نہ ہو گا کہ 11 ستمبر کو دہشت گردی کا جو محیر العقول واقعہ ہوا اس میں اتنے اونچے درجے کی ٹیکنالوجی اور ہم آہنگی درکار تھی کہ مقامی طور پر لاجسٹک سپورٹ کے بغیر یہ کام ممکن ہی نہیں تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مقامی طور پر امریکہ میں اس نوع کا تعاون فراہم کرنے والے مضبوط ادارے یہودیوں کے سوا اور کسی کے نہیں ہو سکتے۔ اس امر کے کچھ شواہد منظر عام پر آئے تھے لیکن انہیں بڑی عیاری کے ساتھ عالمی ذرائع ابلاغ سے غائب کر دیا گیا۔ فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں تو ہے ہی!

(4) 11 ستمبر کے بعد سے یہ بات بھی پوری طرح طشت از بام ہو چکی ہے کہ عالم اسلام کے خلاف اس یہودی سازش میں پوری عیسائی دنیا اور بالخصوص امریکہ و برطانیہ پوری طرح شریک ہیں ـــــ اسلام کے خلاف یہودی و عیسائی گٹھ جوڑ مکمل ہو چکا ہے اور ''دہشت گردی کے خاتمہ'' کے عنوان سے جس عالمی مہم کا آغاز امریکہ نے کیا ہے اس کا ٹارگٹ امت مسلمہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے!

(باقی صفحہ 8 پر)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور | مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور | بانی: اقتدار احمد مرحوم
سی پی ایل نمبر: 127 جلد: 11 شمارہ: 36 | پبلشر: اسعد احمد مختار۔ طابع: رشید احمد چوہدری | مدیر: حافظ عاکف سعید
سالانہ زرتعاون: 250 روپے قیمت: 5 روپے | مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 03-5869501 | نائب مدیر: فرقان دانش خان

**غلبہ دین حق کے لئے قتال فی سبیل اللہ کرنے والے اللہ کو بہت محبوب ہیں**

**پورے نظام زندگی پر دین حق کو قائم کرنے کے لئے انقلاب لانا ضروری ہے**

**منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں پر قتال کا مرحلہ بھاری گزرتا ہے**

**آخرت کی دائمی زندگی' اس دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے**

# منہجِ انقلابِ نبویؐ کا چھٹا مرحلہ (۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

**مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 6 ستمبر 2002ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

منہج انقلاب نبویؐ کے ضمن میں ایک بات ذہن میں تازہ کرلیں کہ یہ انقلاب جو نبی اکرم ﷺ نے برپا کیا تو یہ آپؐ کا فرضِ منصبی تھا' جس کی ادائیگی 23 سالہ انقلابی جدوجہد کی صورت میں ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کا یہ مقصدِ بعثت قرآن مجید میں تین مقامات پر ان الفاظ میں بیان ہوا:

''وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسولؐ کو بھیجا ہے الہدیٰ (یعنی قرآن حکیم) اور دین حق دے کر' تا کہ غالب کرے اس دین کو کل ادیان (پورے نظام زندگی) پر'' (التوبہ' الفتح' الصف)

پورے نظام زندگی پر دین حق کو قائم کرنے کے لئے انقلاب لانا ضروری ہے۔ مثلاً کہیں بادشاہت کا نظام ہو اور وہاں آپ جمہوریت لانا چاہیں تو پہلے بادشاہت کے نظام کو ختم کریں گے تو جمہوریت آئے گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ بادشاہت بھی رہے اور جمہوریت بھی رہے۔ بہرحال آپؐ کا یہ انقلابی مشن اللہ کی طرف سے تفویض کردہ تھا کہ آپ نے اللہ کے دین کو غالب کرنا ہے۔

اس فرض منصبی کی ادائیگی کے لئے آپؐ نے جو طریقہ کار اختیار کیا اسے ہم نے منہجِ انقلابِ نبویؐ کا نام دیا ہے اور اس کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے علیحدہ علیحدہ چھ مراحل کو بیان کیا ہے۔ اب تک پانچ مراحل کا بیان مکمل ہو چکا' چھٹے مرحلے کے ضمن میں آج کا میرا موضوع ''حکمِ قتال'' ہے۔ دراصل اِذنِ قتال اور شے ہے' حکمِ قتال کچھ اور ہے۔ ''حکمِ قتال'' کے ضمن میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ان میں سب سے پہلے سورۃ البقرہ کی آیات 190 تا 193 ہیں:

''جنگ کرو اللہ کی راہ میں جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرنا' اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ قتل کرو انہیں جہاں بھی پاؤ' اور انہیں نکالو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین شے ہے' لیکن ان سے مسجد حرام کے قریب جنگ نہ کرنا جب تک وہ خود وہاں جنگ کی پہل نہ کردیں۔ اگر وہ تم سے وہاں (سرزمین حرم میں) جنگ کریں تو قتل کرو انہیں' کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔ (بصورت دیگر) جنگ جاری رکھو' یہاں تک کہ فتنہ ختم ہوجائے اور دین (پورا نظام اطاعت) اللہ کے لئے ہو جائے۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی اور پر زیادتی نہیں ہے۔''

میں نے تحقیق کی ہے کہ یہ آیات صفر 2ھ میں اس وقت نازل ہوئی ہیں جبکہ غزوات کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ قتال فی سبیل اللہ کے ذیل میں پہلا حکم ہے۔

قتال کا دوسرا حکم جو سورۂ بقرہ کی آیات 216 تا 218 میں آیا ہے اس میں وہ لوگ مخاطب ہیں جن کو قتال کا حکم بہت بھاری گزرا۔ ظاہر بات ہے کہ جنگ کی صورت میں تو جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں جانا پڑے گا اور جان کسے پیاری نہیں۔ میری تحقیق کے مطابق یہ آیات سریہ نخلہ کے بعد کی ہیں۔ فرمایا:

''(اے مسلمانو) تم پر جنگ فرض کردی گئی ہے اور وہ تمہیں بڑی بھاری گزر رہی ہے۔''

یہ کون لوگ ہیں' جن کا اس آیۂ مبارکہ میں ذکر ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اس وقت 500 کے لگ بھگ مخلص اہل ایمان موجود تھے لیکن ان کے ساتھ کچھ منافقین بھی تھے اور کچھ ضعیف الایمان بھی تھے۔ دراصل ان دونوں موخر الذکر طبقات کو یہ حکم بھاری لگ رہا تھا۔ اس لئے آگے فرمایا گیا:

''حالانکہ ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو لیکن اسی میں تمہارے لئے خیر ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لئے شر ہو۔ اور (یہ حقیقت) اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (اے نبی) یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ محترم مہینے میں جنگ کا کیا حکم ہے۔''

دراصل مکے والوں نے واقعہ نخلہ کے حوالے سے تو شور مچایا ہی تھا کہ اشہر حرم کی حرمت کو محمدؐ کے ساتھیوں نے بٹا لگا دیا' لیکن مدینے میں موجود منافقین جو قتال سے بچنا چاہتے تھے' انہوں نے بھی مخالفانہ طوفان اٹھایا۔ انہیں جواب دیا گیا:

''کہہ دیجئے محترم مہینے میں جنگ کرنا بڑی سنگین بات ہے لیکن اللہ کے راستے سے روکنا' اور اللہ کا کفر کرنا اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکنا اور وہاں رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا' یہ کہیں بڑھ کر (جرائم) ہیں اللہ کے نزدیک۔ اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور اے مسلمانو' یہ لوگ تم سے قتال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان میں طاقت ہو تو تمہیں تمہارے دین سے واپس لے جائیں کفر میں۔''

جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ کسی ایک ملک میں دو نظام اکٹھے نہیں چل سکتے۔ اسی طرح نظام توحید اور نظام شرک بھی دو تلواروں کی طرح ایک نیام میں نہیں سما سکتے ہیں۔ لہٰذا کفار کی کوشش ہے کہ تم واپس ان کے دین پر

آ جاؤ جبکہ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کا دین قائم کرو‘ چنانچہ آگے فرمایا:

’’اور (سن لو) جو تم میں سے دین سے پھر گیا اور کفر کی حالت پر مرا تو اس کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو جائیں گے اور وہ ہیں آگ والے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان اور رحیم ہے۔‘‘

ان آیات کے باوجود منافقین اور ضعیف ایمان والے مسلمانوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جا رہا تھا کہ قتال کے بارے میں کوئی واضح سورۃ نازل نہیں ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے خواہ مخواہ جنگیں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ اس پر سورۃ محمد (ﷺ) نازل ہوئی۔ یہ سورۃ قرآن مجید کے 26 ویں پارے میں ہے اور غزوۂ بدر سے متصلاً قبل نازل ہوئی ہے۔ اس سورۃ کا نام ’’سورۂ قتال‘‘ بھی ہے۔ اس کی آیت نمبر 20 میں ارشاد ربانی ہے:

’’اور یہ ایمان والے کہتے ہیں کہ کوئی سورۃ کیوں نازل نہیں ہوتی۔ اور جب ایک محکم سورۃ نازل کر دی گئی (یعنی سورۃ محمدؐ) جس میں قتال کا ذکر ہے‘ تو اب یہ لوگ جن کے دلوں میں روگ (نفاق) ہے آپؐ کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ تو تباہی و بربادی ہے ایسے لوگوں کے لئے۔‘‘

یہی بات سورۃ النساء کی آیت 77 میں بھی کہی گئی ہے:

کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کی طرف جن سے کہا گیا تھا ابھی (جنگ سے) اپنے ہاتھ بندھے رکھو‘ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو اب ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈر رہا ہے جیسے اللہ سے ڈرنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کہتے ہیں کہ پروردگار تو نے ہم پر قتال فرض کیوں کر دیا۔ ہمیں مزید کچھ عرصہ کے لئے کیوں مہلت نہ دی؟ (ابھی اسے اور مؤخر کئے رکھتے)۔ کہہ دیجئے (اے نبیؐ) دنیا کا ساز و سامان بہت قلیل ہے اور آخرت بہت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ کی روش اختیار کریں۔ اور ان کے ساتھ کسی درجے میں بھی ناانصافی نہیں ہوگی۔‘‘

موت تو آنی ہی ہے‘ موت وہ شے ہے جس کے لئے قرآن نے یقین کا لفظ استعمال کیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ یقینی شے یہی ہے۔ موت کا انکار کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں۔ اس لئے فرمایا گیا کہ آخرت کی زندگی جو دائمی ہے‘ تقویٰ کی روش اختیار کرنے والوں کے لئے اس دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

اب قتال کے ضمن میں وہ آیت بھی نوٹ کیجئے جس میں قتال فی سبیل اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ترین مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ سورۃ الصف کی آیت نمبر 4 ہے:

’’بے شک اللہ کے محبوب وہ ہیں جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر جنگ کرتے ہیں‘ جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔‘‘

قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت بے شمار احادیث میں بھی بیان ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا: ’’جو مسلمان اس حال میں مرا کہ نہ کبھی اس نے اللہ کی راہ میں جنگ میں حصہ لیا اور نہ اس کی کوئی آرزو ہی اپنے دل میں رکھی وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا ہے۔‘‘

بہرحال حضور ﷺ کی انقلابی جدوجہد کا یہ چھٹا مرحلہ چھ سال پر محیط تھا۔ اس دوران مسلسل جنگ کی حالت جاری رہی۔ اس مرحلے کو سمجھنے کے لئے انگریزی کی دو اصطلاحات Battle اور War سے مدد لی جا سکتی ہے۔ War کا لفظ ایک طویل سلسلۂ جنگ کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ Battle کسی ایک محاذ پر لڑائی کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے اس مرحلے میں War تو چھ سال پر محیط تھی لیکن Battles کئی ہوئیں‘ جن کا آغاز غزوۂ بدر سے ہوا اور نقطۂ عروج (Climax) غزوۂ احزاب ہے۔

منہج انقلاب نبویؐ کے اس چھٹے مرحلے پر مزید گفتگو آئندہ خطاب جمعہ میں بھی جاری رہے گی۔ ان شاء اللہ!

## توجہ فرمائیے

ندائے خلافت کے مدیر کے نام ایک خط موصول ہوا ہے جس میں خانگی مسائل کا تذکرہ ہے۔ لیکن خط لکھنے والے صاحب نے اپنا نام پتا نہیں لکھا۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ فوری رابطہ فرمائیں تاکہ ان کی رہنمائی کی جا سکے۔ (ادارہ)

## قرآن پادریوں کی نظر میں

قرآن کریم انسانیت کے لئے راہ ہدایت اور اس کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا پیغام ہے۔ قرآن کریم نے نہ صرف دنیا کو نئے قوانین معاشرت اور عدل اجتماعی کا نظام دیا بلکہ انسان کی فطری خواہشات کی تسکین کے لئے حلال و حرام پر مشتمل پاکیزہ رہنمائی فراہم کی۔ قرآن کریم کی اثر اندازی کی صلاحیت کو دوسرے مذاہب کے مذہبی رہنماؤں نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اسے شاندار الفاظ میں خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔ ذیل میں چند عیسائی پادریوں کے قرآن کے بارے میں احساسات و خیالات پیش کئے جاتے ہیں:

☆ ریورینڈ جے ایم راڈویل: قرآن میں علم و آگہی کے جو نکات بیان کئے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد پر بڑے بڑے طاقتور ملک اور جلیل القدر سلطنتیں قائم کی جا سکتی ہیں۔

☆ اسے تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ خدا کی وحدانیت‘ طاقت‘ علم اور حقانیت کا جو تصور اور خدا‘ جنت اور زمین کے متعلق جس تلقین کا قرآن میں بار بار ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم اس کتاب کی جتنی بھی تعریف کریں‘ کم ہے۔

☆ ریورینڈ ڈیون پورٹ: یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن تمام عیوب سے مبرا ہے اور اس پر خفیف سی حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔

☆ قرآن کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائیں گے۔

☆ قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔ معاشرتی‘ ملکی‘ تجارتی‘ فوجی‘ عدالتی اور تعزیری سب معاملات اس میں موجود ہیں۔ پھر بھی یہ ایک مذہبی کتاب ہے اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنا دیا ہے۔

☆ ریورینڈ جی ایم ایڈویل: قرآن کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی‘ جنات و مادیات کا شرک مٹایا‘ اللہ کی عبادت قائم کی‘ بچوں کے قتل کی رسم کو نیست و نابود کر دیا‘ شراب کو مطلق حرام ٹھہرایا‘ چوری‘ جوا‘ زناکاری اور قتل وغیرہ کی ایسی سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکاب جرم کی جرأت ہی نہ کر سکے۔

☆ ریورینڈ دارشن ڈی ڈی: قرآن کا مذہب امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

☆ ریورینڈ آر میکول کنگ: بے شک قرآن مجید الہامی کتاب ہے۔

(مرسلہ: محبوب اے خان‘ لاہور)

# ہمچوں دیگراں نیست

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

**ابوالحسن**

امریکہ اور برطانیہ کے ایک سو طیاروں نے عراق پر حملہ کیا ہے۔ عراق نے الزام لگایا ہے کہ شہری آبادیوں کو نشانہ بنایا گیا ہے جبکہ امریکہ نے کہا ہے کہ اس نے دفاعی تنصیبات کو نشانہ بنایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ ایک آزاد اور خود مختار ملک کی فضائی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کی دفاعی تنصیبات پر حملہ کرے۔ امریکہ کی طرح ہر ملک کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی دفاعی ضروریات کا تعین کرے اور اس کے مطابق اقدام کرے تاکہ بیرونی جارحیت سے محفوظ رہ سکے اور اپنی جغرافیائی حدود کا تحفظ یقینی بنائے۔ اگر یہ حق امریکہ کو حاصل ہے تو عراق کو کیوں نہیں ہے۔ امریکہ کا جواب یہ ہے کہ عراق کیونکہ ایک غیر ذمہ دار ملک ہے خصوصاً اس کی قیادت قطعی طور پر قابل اعتماد نہیں لہٰذا وہ علاقہ کے لئے خطرہ بن سکتا ہے جس سے اس علاقہ کا امن تباہ ہو جائے گا بلکہ عالمی سطح پر امن کو خطرہ لاحق ہو جائے گا اور یہ علاقہ سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا۔ ماضی میں صدام کی قیادت میں عراق نے ایران پر حملہ کیا اور کویت کی آزادی اور خود مختاری پر حملہ آور ہوا۔ جہاں تک ایران اور کویت پر حملہ کا تعلق ہے سفارتی حلقے بخوبی آگاہ ہیں کہ صدام حسین سے یہ حماقت اس لئے سرزد ہوئی تھی کہ وہ امریکی سازش کو سمجھ نہ سکے اور امریکی جال میں پھنس گئے۔ لیکن ان دونوں جنگوں میں عراق نے کوئی مہلک ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ اس کا بہترین ہتھیار سکڈ میزائل تھا جو موجودہ دور کے جدید میزائلوں کے مقابلے میں انتہائی کمتر بلکہ دقیانوسی میزائل ہے ابھی تک عراق کے پاس کیمیکل یا ایٹمی ہتھیار موجود ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ اس کے باوجود پروپیگنڈا کا طوفان برپا کیا جاچکا ہے جیسے وہ جلد ہی ساری دنیا کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ قصہ مختصر کہا یہ جا رہا ہے کہ عراق اس وقت انتہائی خوفناک اور تباہ کن ہتھیار بنا رہا ہے اور وہ چونکہ غیر ذمہ دار ملک ہے اور اس کی قیادت بھی غیر ذمہ دار ہے اگر فوری طور پر عراق پر حملہ نہ کیا گیا تو دنیا کا امن اُس کے ہاتھوں تباہ ہو جائے گا لہٰذا عالمی امن کے قیام کے لئے اور اسے یقینی بنانے کے لئے عراق کی تباہی یا کم از کم اس کی قیادت کی تبدیلی ناگزیر ہے۔ یورپ کے بہت سے ماہرین اس سفید جھوٹ کا پول کھول چکے ہیں کہ عراق مہلک اور تباہ کن ہتھیار تیار کر رہا ہے ان ماہرین کے مطابق عراق ایسے ہتھیاروں کی تیاری سے ابھی بہت دور ہے۔ رہا سوال غیر ذمہ داری کا تو امریکہ دنیا کا واحد ملک ہے جس نے ایٹمی ہتھیار استعمال کیا جس سے دو ہنستے بستے شہر آگ کے گڑھے میں تبدیل ہو گئے۔ زندہ انسان آگ میں بھسم ہو کر راکھ بن گئے۔ کئی افراد کی کھال جسم سے الگ ہو گئی۔ حاملہ عورتوں نے معذور بچوں کو جنم دیا۔ امریکہ کے علاوہ آج دنیا میں چھ دوسرے ممالک کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں لیکن کسی نے آج تک اسے استعمال کرنے کا سوچا تک نہیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹمی ہتھیار کی خوفناک تباہی کا مشاہدہ کرنے کے باوجود امریکہ کے سابق صدر کینیڈی نے کیوبا پر ایٹمی حملہ کرنے کی دھمکی دے دی تھی اگر سوویت یونین دانشمندی کا مظاہرہ نہ کرتا تو امریکہ ایٹمی حملہ کے معاملہ میں پوائنٹ آف نو ریٹرن تک پہنچ چکا تھا۔ شاید امریکہ کے نزدیک یہ ذمہ دارانہ رویہ کا مظاہرہ ہوتا۔

امریکہ کی جانب داری کا یہ عالم ہے کہ اسی علاقہ یعنی مشرق وسطیٰ میں اسرائیل اپنے عرب ہمسایوں کے لئے عذاب بنا ہوا ہے خصوصاً فلسطینیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کر رہا ہے اور جس طرح ان کی بستیوں کو ٹینکوں سے روند رہا ہے اور فضا سے ان پر آگ برسا رہا ہے اس کے باوجود وہ اسرائیل کی پوری پوری مدد کر رہا ہے بلکہ صحیح معنوں میں اس کی سرپرستی کر رہا ہے۔ غیر ذمہ داری کے حوالہ سے اسرائیل کے شیرون کا رویہ تمام دنیا کے سامنے ہے لیکن امریکہ اسے **Man of Peace** قرار دے رہا ہے۔

اگرچہ انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ طاقتور ریاستوں اور ان کی قیادت نے اکثر و بیشتر جانب داری اور بے اصولی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن امریکہ سپریم پاور بن کر جس پست ذہنیت اور جس کم ظرفی کا مظاہرہ کر رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ گیارہ ستمبر کا دن سوگ کا دن ہے۔ اس روز غم اور سوگ میں ڈوبی ہوئی تقریبات منعقد کی جائیں گی۔ عالمی لیڈر جو اقوام متحدہ کے سالانہ اجلاس کی وجہ سے نیویارک میں جمع ہیں وہ ایک جلوس کی صورت میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر جائیں گے وہاں جاں بحق ہونے والوں کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہو گی عین 8 بج کر 46 منٹ پر ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی جائے گی اور مرنے والوں کی یاد میں ایک شمع روشن کی جائے گی جسے شاید تا قیامت روشن رکھا جائے گا لیکن بغیر کسی ثبوت کے محض شک کی بنیاد پر جس افغانستان کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا جہاں عورتیں اور معصوم بچے ایک مغرور اور متکبر قوم کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گئے۔ وحشت اور بربریت نے ننگا ناچ ناچا۔ عبادت گاہوں کو ملیامیٹ کر دیا گیا اور مرنے والوں کو اجتماعی قبروں میں دفن کر دیا گیا ان کی یاد کون منائے گا۔ ان کے لئے آنسو بہانے والوں کو بھی دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ القاعدہ دہشت گردی اور جرم کا سمبل ہے جبکہ بے قاعدہ کو کھلی چھٹی ہے لہٰذا امریکی فوجیوں کو جنگی جرائم کے ارتکاب کے باوجود یہ استثنیٰ حاصل ہو گا کہ ایک سال تک ان پر اس نوعیت کا کوئی مقدمہ دائر نہیں ہو سکے گا۔ القاعدہ کے قیدیوں کو جنیوا کنونشن کے تحت کوئی سہولت حاصل نہیں ہوں گی لہٰذا انہیں جانوروں کی طرح پنجروں میں قید کر دیا جائے گا۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں، جانوروں کے حقوق کی تنظیمیں اور وائلڈ لائف والے سب اس معاملے میں خاموش ہیں اس لئے کہ شاید مسلمان خصوصاً افغان ان میں سے کسی کیٹگری میں نہیں آتے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سوا ارب مسلمان یہ ظلم دیکھتے، سنتے اور سہتے جا رہے ہیں اور ان کے ریموٹ کنٹرول حکمران ظلم کی تائید میں سر ہلائے جا رہے ہیں کہ وہ اپنی کرسی کی بقا اسی میں سمجھتے ہیں۔ وہ افغانستان، کشمیر، فلسطین اور چیچن کے باشندوں سے دکھ بانٹنے کو تیار نہیں البتہ 11 ستمبر کے شہداء کی یاد میں شمع روشن کرنے سر کے بل حاضر ہونے کو تیار ہیں ایسے میں اگر امریکہ گلا پھاڑ کر نعرہ لگائے ہمچوں دیگراں نیست تو کون اس کی تردید کرنے کی جرأت کرے گا۔

**ضرورت رشتہ**

تعلیم ایف اے، دینی مزاج کے حامل خاندان کی لڑکی کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: خواجہ محمد سلم الدین فون: 7283326

اللہ کو اپنے یاد کرو
قرآن پڑھو قرآن پڑھو

# سب راستے جنرل پرویز کو جاتے ہیں

**جسٹس (ر) تنزیل الرحمٰن**

محترمہ بے نظیر اور میاں نواز شریف' سابق وزرائے اعظم کے زمانہ اقتدار (1988ء۔1999ء) میں ان کی مبینہ بدعنوانیوں کا ذکر تسلسل کے ساتھ اخبارات میں ہوتا رہتا تھا تو مجھ سے بعض حضرات' برسبیل تذکرہ' پوچھا کرتے تھے کہ آخر اس صورت حال کا حل کیا ہے؟ بلا کسی تکلف کے میرا جواب ہوتا تھا ''فوج''۔ کیونکہ مجھے اس امر کا یقین تھا کہ فوج آ گئی تو سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ میں غلطی پر تھا۔ بر غلط بودیم انچہ ما پنداشتیم۔ یہ میری خوش فہمی تھی کہ فوج آئے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ 12 اکتوبر 1999ء کو جب سے جنرل پرویز نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لی' بالخصوص افغانستان کے مسئلہ میں انہوں نے جو ''یوٹرن'' لیا' امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کے بقول' ''بزدلی'' پر مبنی تھا۔ گزشتہ تقریباً تین سالہ کارکردگی کو دیکھ کر' میں بلا کسی شک وشبہ کے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ موجودہ فوجی حکومت پاکستان کی تاریخ میں ایک ناکام ترین حکومت ہے۔ زندگی کے کسی شعبہ کو لے لیجئے سوائے موجودہ حکومت کی ناکامی اور نامرادی کے کچھ نہیں ملے گا۔ جنرل پرویز کی پہلی تقریر میں ان کے بیان کردہ ''سات نکات'' ہوا میں اڑ گئے۔ اور یہ جو چند روز ہوئے خبروں میں بتایا گیا کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار اسٹیٹ بینک میں 6.9 بلین ڈالر کے ذخائر جمع ہو گئے' ملک کی تجارت وصنعت سے تو یہ ڈالر حاصل نہیں ہو سکتے' کیونکہ ایکسپورٹ کی حالت ابتر ہے۔ بظاہر تو یہ جنرل پرویز کے افغانستان کے بارے میں ''یوٹرن'' لینے اور امریکی خواہشات کی نیازمندانہ تعمیل میں اٹھائے گئے اقدامات کا ''ثمر'' معلوم ہوتا ہے۔ افسوس کہ دنیا کے مسلمانوں کو یہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکت جس کے دستور کی دفعہ 2 و 2۔الف اور قرارداد مقاصد کے تحت پاکستان کے اسلامی تشخص کو آئینی تحفظ دیا گیا' اس کے سپہ سالار کے فوری فیصلے کے نتیجے میں افغانستان میں بے دریغ خون بہا۔ ایک اسلامی حکومت تباہ و برباد ہوئی اور اب پاکستان میں امریکہ کا جاسوسی ادارہ ایف بی آئی مقامی قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تعاون سے مطلوبہ افراد کی تلاش اور گرفتاری کی غرض سے جس علاقے میں چاہیں گھس جائیں' جس گھر کی چاہیں تلاشی لے لیں۔ اور اگر وہ مشتبہ افراد خود پاکستان کی افواج کے ہاتھ لگ جائیں تو انہیں ''تحفہ'' کے طور پر امریکہ کے حوالے کر دیا جائے اور انہیں امریکہ اپنے مقبوضہ جزیرے گوانتانامو پہنچا دیتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ جہاں ان کو ہر قسم کے ذہنی و جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے' جو انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار امریکہ کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔

چند روز ہوئے' مجھے ایک ضیافت میں جانے کا اتفاق ہوا' وہاں بعض اہل علم و دانش بھی موجود تھے جو اتفاق سے ایک میز پر جمع ہو گئے۔ ملکی حالات اور خاص کر آئینی ترامیم سے متعلق سوال اٹھائے گئے۔ آئینی ترامیم کے بارے میں میرا ایک سیدھا سادھا جواب تھا کہ اب تک بنائے گئے تمام دساتیر میں سب سے اچھا دستور 1956ء کا تھا' جس کو پاک فوج کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان نے 8 اکتوبر 1958ء کو سکندر مرزا کی ملی بھگت سے منسوخ کرا دیا۔ اور پھر بیس دن کے بعد اسکندر مرزا کو بھی چلتا کیا۔ اور 1962ء میں اپنا خود ساختہ صدارتی دستور مارشل لاء کے زور پر نافذ کر دیا' مگر 1968ء میں جب کہ وہ اپنے دس سالہ دور حکومت کی تکمیل پر خوشیاں منا رہے تھے' جنرل یحییٰ اور ان کے بعض جنرلوں کے دباؤ بلکہ ایک روایت کے مطابق ''گن پوائنٹ'' پر استعفیٰ دے کر اور خود اپنے بنائے ہوئے دستور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس وقت کے قومی اسمبلی کے اسپیکر عبدالجبار خان کو' جن کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا' قائم مقام صدر بنانے کے بجائے ملک کا اقتدار اس وقت کے کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر گئے۔ حالانکہ گول میز کانفرنس میں سیاستدانوں کے نمائندہ گروپ کے ساتھ یہ طے ہو گیا تھا کہ پاکستان میں پارلیمانی نظام بحال ہوگا' بنیادی جمہوریت (Basic Democracy) کا بطور انتخابی ادارہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا' اور پاکستان کے ہر بالغ شہری کو ملک کے عام انتخابات میں حصہ لینے اور ووٹ دینے کا حق ہوگا۔ بہرکیف' جنرل یحییٰ کے زمانے میں عوامی دباؤ پر انتخابات تو ہوئے مگر اس پلاننگ کے ساتھ کہ پاکستان دولخت ہو جائے' جس میں بلاشبہ امریکی ہاتھ تھا۔ بالآخر مشرقی پاکستان' بنگلہ دیش بن گیا (جو بجائے خود ایک دردناک تفصیلی کہانی ہے)۔ پاکستان کے عوام سے حقیقت حال کو چھپایا گیا اور ذوالفقار علی بھٹو کو جو جنرل یحییٰ کی فوجی حکومت میں وزیر خارجہ تھے اقوام متحدہ بھیجا گیا اور وہاں ایک ڈرامہ رچایا گیا۔ جس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو اقوام متحدہ سے واپس آتے ہوئے روم ٹھہر گئے جن کو لینے کے لئے پاکستان کا ایک خصوصی طیارہ روم پہنچا اور ذوالفقار علی بھٹو راولپنڈی کے چکلالہ ایئرپورٹ پر جہاز سے اتر کر سیدھے ایوان صدر پہنچے اور جنرل یحییٰ نے ملک کا اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کر دیا۔ اور یوں مسٹر بھٹو امریکہ کی آشیرباد سے تاریخ میں پہلے سول چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر' اور صدر پاکستان بن کر ایوان صدر سے برآمد ہوئے۔ قومی اسمبلی کے جو ارکان مغربی پاکستان سے منتخب ہوئے تھے وہی پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن قرار پائے۔ جنہوں نے مارشل لاء کی تلوار کے زیر سایہ نیا دستور منظور کیا۔ حالانکہ اس دستور میں سارا نظام حکومت وزیر اعظم کے گرد گھومتا تھا اور اس کے تمام راستے وزیراعظم (ذوالفقار علی بھٹو) کی طرف جاتے تھے۔ لیکن 1977ء کے عام انتخابات میں دھاندلیوں کے خلاف پی این اے کی ملک گیر تحریک (جس کو امریکہ نے سپورٹ کیا تھا) کے نتیجے میں ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے اور پی این اے کی طرف سے پیش کئے گئے 5 یا 6 نکات میں سے سوائے آدھے نکتے کے چار جولائی کو اتفاق رائے ہو گیا تھا کہ اگلی رات 5 جولائی کو جنرل محمد ضیاء الحق نے 1973ء کا دستور معطل کر دیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے پاکستان کا صدر رہنے کے لئے 20 سالہ پلان بنایا تھا' لیکن 17 اگست 1988ء کو دست قضا نے ان کی زندگی چھین لی۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنرل پرویز نے بھی (امریکہ کے تعاون سے) اپنی حکمرانی کا دس سالہ پروگرام بنا لیا ہے۔

مسٹر بھٹو کے بنائے ہوئے دستور 1973ء کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ اس دستور میں وزیراعظم کی حیثیت فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی طرح ہے' جس سڑک سے نکل جاؤ فیصل آباد کا گھنٹہ گھر سامنے آ جائے گا۔ کم و بیش کچھ یہی کیفیت جنرل پرویز کی مجوزہ ترامیم کی ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنرل پرویز کی مجوزہ ترامیم بلاواسطہ یا بالواسطہ صدر کے لئے ہیں۔ اور ان ترامیم کے تمام راستے صدر مملکت جنرل پرویز (جواب مغربی پریس میں' بقول نیویارک ٹائمز ''بش رف'' کہلاتے ہیں) کی طرف جاتے ہیں۔ جو پہلے ہی اعلان کر چکے ہیں کہ وہ ملک کے آئندہ پانچ سال صدر مملکت رہیں گے اور کمانڈر انچیف کا عہدہ بھی اپنے پاس رکھیں گے۔ مجوزہ ترامیم کے پیش نظر منصوبہ یہ ہے کہ مملکت پاکستان کی فیصلہ کن قوت ''صدر'' (جنرل

پرویز) ہو جو کمانڈر انچیف ہونے کی حیثیت سے فوج کا بھی سربراہ ہو گا اور نیشنل سیکورٹی کونسل کا چیئرمین بھی۔ جس کے ارکان کی اکثریت افواج پاکستان کے اعلیٰ عہدیداران پر مشتمل ہو گی۔ وزیراعظم کی حیثیت محض ایک کٹھ پتلی کی ہو گی جو صدر کا نامزد کردہ اور اس کے رحم وکرم پر ہو گا۔ قومی اسمبلی میں اکثریت کا اعتماد حاصل ہونے کی بناء پر کسی کو حکومت بنانے کا استحقاق حاصل نہیں ہو گا بلکہ صدر اپنی پسند کے کسی ممبر اسمبلی کو وزیراعظم نامزد کر کے اسے حکومت بنانے کی دعوت دے گا' یہ نامزد وزیراعظم چھ ماہ کی مدت میں اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرے گا۔ تمام صوبائی وزرائے اعلیٰ بھی اسی طرح نامزد کئے جائیں گے۔ صدر وزیراعظم اور کابینہ کو اپنی صوابدید پر برخاست کر سکے گا اور وہ وزیراعظم دوبارہ اس اسمبلی کی موجودگی تک اس کا وزیراعظم نہ بن سکے گا۔ وزیراعظم سے اسمبلی کو تحلیل کرنے کی سفارش کا اختیار واپس لے لیا جائے گا۔ بالفرض وزیراعظم اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے تو وہ توثیق کے لئے اسمبلی کو بھیج دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ قومی اسمبلی اپنی خودکشی کی خود کیوں توثیق کرے گی۔ البتہ صدر اپنی صوابدید پر اسمبلی توڑ سکے گا۔ اسی طرح ہر صوبہ کا وزیراعلیٰ اپنی پسند سے مقرر کرنے اور اس کی کابینہ کو صدر کی منظوری سے برطرف کرنے کا اختیار ہو گا' البتہ صوبے کا گورنر صوبائی اسمبلی کو اپنی صوابدید پر توڑ سکے گا۔ وزیراعظم کی طرح صوبہ کا وزیراعلیٰ بھی بے اختیار رہو گا۔

غرض ان مجوزہ آئینی ترامیم کے تحت تمام اختیارات صدر کی ذات میں مرتکز ہو جائیں گے اور یوں 1973ء کا آئین اپنی جمہوری' پارلیمانی روح کو کھو دے گا۔ جس کا اختیار نہ موجودہ صدر کو حاصل ہے اور نہ خود سپریم کورٹ کو۔

بالفرض' برائے بحث یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دستوری ترامیم کا اختیار جنرل پرویز کو خود سپریم کورٹ نے دیا ہے' لیکن انہیں یہ اختیار تین سالہ میعاد کے دوران کاروبارِ حکومت چلانے کے لئے (for removal of difficulties) دیا گیا تھا۔ تاکہ اس دوران انہیں کوئی آئینی دشواری پیش آئے تو اس حد تک دستور میں ترمیم کر لیں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کی رو سے انہیں یہ اختیار اس لئے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ تین سالہ میعاد پوری ہونے سے چند روز پہلے آئندہ کاروبارِ حکومت چلانے کے لئے اپنی من مانی ترامیم کریں۔ بادی النظر میں اختیار کا یہ استعمال ان حدود سے متجاوز ہے جن کی صراحت خود سپریم کورٹ کے فیصلے میں موجود ہے۔ جنرل پرویز کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ یہ ملک فوج نے نہیں بنایا (ہاں اس ملک کو "دولخت" کرنے کے لئے بے شک فوج کا کردار بنگلہ دیش کی صورت میں سب کے سامنے ہے) اور نہ یہ ملک جنرل پرویز یا ان کے چند حواریوں کے لئے ہے بلکہ چودہ کروڑ عوام کا ملک ہے۔

بات مکمل کرنے سے پہلے مجھے یہ دردناک حقیقت بیان کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ اگرچہ ملک کی اہم سیاسی پارٹیاں ان ترامیم کو بحیثیت مجموعی رد کر چکی ہیں اور خود وکلاء کی نمائندہ جماعتیں بھی۔ لیکن موجودہ حالات میں نہ اے۔ آر۔ ڈی یا متحدہ مجلس عمل یا پاکستان بار کونسل اس معاملے کو سپریم کورٹ کی دی ہوئی حدود سے متجاوز قرار دلانے کے لئے سپریم کورٹ میں جانے کو تیار نہیں ہیں' جس سے سپریم کورٹ پر ان کی بے اعتمادی کا اظہار ہوتا ہے۔ اب اس مسئلے کا حل کم از کم مجھے سوائے اس کے اور کوئی نظر نہیں آتا کہ سپریم کورٹ کی "فل کورٹ" (فل بینچ نہیں) اپنی صوابدید پر (suo moto) جنرل پرویز کو نوٹس دے کر ان آئینی ترامیم کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لے کہ کیا یہ ترامیم سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق اور ان حدود کے اندر ہیں؟ جن کا ذکر فیصلے میں کیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ کے اس اقدام سے ملک کی سب سے مقتدر عدالت کے خلاف جو بدظنی یا بدگمانی (جس کا اظہار خود پاکستان بار کونسل نے کیا ہے) دور ہونے اور سپریم کورٹ کا وقار بحال ہونے میں مدد ملے گی۔ بار اور بنچ ہمارے نظام عدالت کے دو پہیئے ہیں (Two wheels of the same chariot) جن کا رخ اگر ایک سمت میں ہو گا تو گاڑی ٹھیک چلے گی اور اگر ایک پہیہ مخالف سمت میں چلنا شروع کر دے تو گاڑی الٹ جانے کا خطرہ قریب آ جائے گا۔

مجھے یہاں جنگ عظیم دوم کے زمانے میں برطانیہ کے وزیراعظم سر ونسٹن چرچل کا وہ قول پھر یاد آ رہا ہے کہ اگر برطانوی عدالتیں آزادی اور خودمختاری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں تو پھر مملکت برطانیہ کی آزادی اور خودمختاری کو کوئی خطرہ نہیں۔

مجھے توقع ہے کہ سپریم کورٹ اس نازک موقع پر جبکہ ہمارے ازلی دشمن بھارت کی دس لاکھ فوج ہماری ملکی سرحدوں پر کھڑی ہے اور حملے کے لئے صرف ایک اشارے کی منتظر ہے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس کرے گی ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جنرل پرویز نے بہت سی غلطیاں کی ہیں' لیکن اب غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

## بقیہ: افکار معاصر

اساتذہ کرام اور والدین ہماری نئی نسل کو ایسی ایمان خراب کرنے دینے والی ضرب الامثال کو ادب کا حصہ بنانے سے روکیں اور تمام معاشرے میں شرک اور بدعت جیسے ہلاکت خیز گناہوں کے بارے میں آگاہی پیدا کریں۔ اور ایسی تمام مشرکانہ ضرب الامثال کے استعمال کو رد کر دیں۔

(بشکریہ روزنامہ جسارت کراچی' 21 اگست 2002ء)

## بقیہ: اداریہ

(5) یہ سازش چونکہ یہود کے فتنہ ساز ذہن کی تراشیدہ ہے جسے اسلام اور مسلمانوں سے اسی طرح شدید حسد آمیز نفرت ہے جیسی ابلیس کو حضرت آدم کے ساتھ تھی' لہٰذا عالم اسلام میں سے بھی وہ مسلمان ممالک بالخصوص اس کا اولین ٹارگٹ ہیں جن سے اسرائیل کو خطرہ اور یہود کے مذموم عزائم کو زک پہنچنے کا اندیشہ ہو ـــــ چنانچہ اس کا اولین ہدف افغانستان اور پاکستان ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل کے اس گٹھ جوڑ میں بھارت بھی اسلام دشمنی کے مشترک عنصر کے باعث شریک ہے اور یوں عالم اسلام کے خلاف یہ شیطانی مثلث پوری طرح برسرِ پیکار ہے۔

(6) افغانستان میں امارتِ اسلامی کو درہم برہم کرنے کے بعد کہ طالبان کی اسلامی حکومت اور نفاذِ شریعت کی برکات سے دشمنانِ اسلام شدید طور پر خائف تھے کہ "ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں"۔ اب یہ شیطانی مثلث بتدریج پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہی ہے۔ اس لئے کہ پاکستان کے مقام و مرتبے سے ہم مسلمانانِ پاکستان کے مقابلے میں یہودی کہیں بہتر طور پر آگاہ ہیں۔ وہ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ انہیں اصل خطرہ عرب ورلڈ سے نہیں' پاکستان سے ہے۔ اور یوں بھی پاکستان وہ واحد اسلامی ملک ہے جو ایٹمی صلاحیت اور ایٹمی ہتھیاروں سے مسلح ہے ـــــ دشمنانِ اسلام کو یہ چیز کیونکر گوارا ہو سکتی ہے ـــــ یہ ہے وہ نازک صورتِ حال جس سے ہم آج دوچار ہیں۔ لیکن افسوس کہ حکمران طبقے سمیت پوری قوم کی حالت یہ ہے کہ ۔

نہیں لیتے کروٹ مگر اہلِ کشتی     پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی!

# حضرت عمر فاروق رضؓ

## مختصر حالات اور فضائل و مناقب

(گزشتہ سے پیوستہ)

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

### دورِ خلافت

حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت ساڑھے دس سال کا ہے۔ اس عرصے میں آپؓ نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور اسلام کی سربلندی کے لئے عظیم الشان انقلابی کارنامے سرانجام دیئے۔ آپؓ نے حرم کعبہ کی توسیع کی۔ درخت لگوائے۔ حاجیوں کے لئے پانی کی فراہمی کے لئے جابجا کنویں تعمیر کروائے۔ آپؓ کے عہد خلافت میں فتوحات کا سلسلہ چل نکلا اور دین حق دو براعظموں تک پھیل گیا۔ آپؓ ہی کے عہد میں بیت المقدس فتح ہوا۔ جب بیت المقدس کی فتح میں تاخیر ہو رہی تھی تو خلیفۃ المسلمین خود محاذ پر پہنچے۔ اس وقت حال یہ تھا کہ آپؓ کا خادم تو سواری پر تھا جبکہ آپ پیدل چل رہے تھے۔ آپ کے پہنچنے پر بیت المقدس کی چابیاں یہ کہہ کر آپ کے حوالہ کر دی گئیں کہ الہامی کتب میں فاتح بیت المقدس کی یہی شان بیان ہوئی ہے۔

رات کو بھیس بدل کر گشت کرنے کی رسم حضرت عمرؓ ہی نے ڈالی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ گشت کے دوران ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ غریب عورت کے پاس بچوں کو کھلانے کے لئے کچھ نہیں۔ اس نے آگ جلا کر چولہے پر ہنڈیا رکھی ہوئی ہے اور بچوں کو کھانے کی امید دلا کر سلا رہی ہے۔ آپ کو صورتحال کی خبر ہوئی تو اسی وقت آٹا، گھی وغیرہ خود اٹھا کر لائے اور اس عورت کے گھر پہنچایا۔ اس عورت نے کہا خلیفہ آپ کو ہونا چاہئے عمر کو نہیں۔

ایک رات گشت کے دوران بچے کے رونے کی آواز سنی تو رک گئے دریافت کرنے پر عورت نے بتایا کہ وہ شیر خوار بچے کا دودھ چھڑا رہی ہے کیونکہ عمر شیر خوار بچوں کو وظیفہ نہیں دیتے۔ اس پر آپ نے اعلان کر دیا کہ شیر خوار بچے کو بھی وظیفہ ملے گا۔

ایک رات گشت کر رہے تھے کہ ایک خیمے کے پاس سے گزرے۔ خیمے کے باہر بیٹھے ہوئے شخص سے معلوم ہوا کہ اس کی بیوی پر زچگی کی کیفیت ہے اور وہ درد سے کراہ رہی ہے۔ آپ فوراً گھر آئے۔ اپنی بیوی یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم کو ساتھ لے کر خیمے میں آئے۔ خود صاحب خانہ کے ساتھ خیمے کے باہر مصروف گفتگو ہوئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ کی زوجہ نے آواز دی کہ اے خلیفۃ المسلمین! اپنے دوست کو بشارت دو کہ اس کے ہاں بچہ ہوا ہے۔ یہ سن کر صاحب خانہ خوش ہوا مگر یہ جان کر کہ اس کے سامنے خلیفۃ المسلمین ہیں خوفزدہ ہوا مگر آپ نے یہ کہہ کر اس کا خوف دور کر دیا کہ خلیفہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کی خبر گیری کرے۔

آپؓ کے عہد خلافت میں قحط کا سماں ہوا۔ ایک دن آپ روزے سے تھے۔ لوگوں کے لئے ایک اونٹ ذبح کرایا۔ اس اونٹ کا گوشت آپ کو بھی پیش کیا گیا تو آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمر تو گوشت کھائے مگر عام لوگوں کو گوشت میسر نہ ہو۔ چنانچہ افطاری کے وقت آپ بدستور روٹی کے ٹکڑے تیل میں بھگو بھگو کر کھاتے رہے۔

آپؓ نے سب سے پہلے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ پولیس اور ڈاک کے محکمے قائم کئے۔ باقاعدہ فوج رکھی اور فوج کی تربیت کا انتظام کیا۔ بیواؤں، ناداروں کے وظائف مقرر کئے۔ مسافروں کے لئے سرائیں تعمیر کرائیں۔ آپ کے عہد میں اس قدر خوشحالی ہوئی کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ رمضان شریف میں قیام اللیل کے طور پر 20 رکعت نماز باجماعت کا آغاز آپ ہی کے دور میں ہوا۔ ہجری تقویم کا استعمال بھی آپ کے عہد میں شروع ہوا۔

مدینہ میں جب عبداللہ بن ابی منافق اعظم کی موت واقع ہوئی تو آپؐ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے کہا کہ یہ شخص اسلام کا بدخواہ رہا ہے اس منافق کی نماز آپؐ کیوں پڑھتے ہیں۔ بعد ازاں آپ کی رائے کے موافق آیات کا نزول ہوا اور آپؐ کو منافق کی نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔ (سورۂ توبہ)

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے خواب دیکھا کہ میرے آنگن میں تین چاند اترے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی تدفین ام المومنین کے حجرے میں ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ عائشہ یہ پہلا چاند ہے جو تیرے آنگن میں اترا ہے۔ اس طرح دوسرا چاند ابوبکرؓ اور تیسرا چاند عمر فاروقؓ تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہم تینوں اکٹھے قبروں سے اٹھیں گے۔

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو وہاں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ بتایا گیا کہ عمر کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اندر جانے ہی والا تھا کہ عمر کی غیرت ذہن میں آ گئی اور میں اندر نہ گیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کہنے لگے حضورؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان کیا میں آپؐ کے داخل ہونے پر غیرت کروں گا۔ (بخاری، مسلم)

ایک دفعہ قریش کی کچھ عورتیں آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں اور بات چیت ہو رہی تھی۔ آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ دروازے سے باہر عمرؓ کی آواز آئی تو عورتیں اسی وقت اٹھ کر ایک کونے میں چلی گئیں۔ عمر اندر آئے تو دیکھا آپؐ مسکرا رہے ہیں۔ عمرؓ کہنے لگے اے اللہ کے رسول خدا آپ کو سدا مسکراتا رکھے۔ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا جو میرے پاس بیٹھی اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں، جب تمہاری آواز سنی تو چپ ہو گئیں اور پردے میں چلی گئیں۔ یہ سن کر آپؓ عورتوں سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے، اے اپنی جان کی دشمنو تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ اس پر آپؐ نے کہا اے عمرؓ! خدا کی قسم تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔ جس راستے سے تم آ رہے ہو اگر سامنے شیطان آ جائے تو وہ رستہ بدل لیتا ہے۔ (صحیحین)

آپؓ کی ذات بلاشبہ فضائل و مناقب کا ایک درخشندہ باب ہے۔ غیر مسلموں نے بھی آپ کے حسن انتظام اور دور اندیشی کی تعریف کی ہے۔ مگر دشمن اسلام تو آپ کی اس عظمت پر جل بھن رہے تھے۔ چنانچہ 23 ھجری کے آخری ایام میں آپ فجر کی امامت کرا رہے تھے کہ ایک مجوسی غلام ابولولو فیروز نے خنجر کا وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ کے ساتھ دوسرے تیرہ نمازی بھی زخمی ہوئے جن میں سے نو واصل بحق ہوئے۔ آپؓ خود زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے یکم محرم کو فوت ہو گئے۔ آپ نے وصیت کی مجھے معمولی قسم کے کپڑے کا کفن دیا جائے اور میرے بعد میرے بارے میں وہ باتیں نہ کہی جائیں جو مجھ میں نہیں ہیں۔

آپؓ کی وفات حسرت آیات کے ساتھ ہی اسلام کا سنہری دور ختم ہو گیا۔ آپ کی اصابت رائے، مردم شناسی، معاملہ فہمی، دور اندیشی اور عزم و استقلال کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ آپ کے کارنامے آنحضرت ﷺ کے اس قول کے عادل شاہد ہیں کہ تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوتے تھے یعنی جن کو الہام ہوتا تھا۔ میری امت میں کوئی محدث ہوا تو وہ عمر ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

# چند قابلِ اعتراض ضرب الامثال

محمد رضوان

متحدہ ہندوستان میں جب ہندوؤں اور مسلمانوں میں میل ملاپ تھا تو ہندوؤں نے شعائرِ اسلامی کا مذاق اڑانے کی غرض سے غیر محسوس طریقے پر ایسے محاوروں اور ضرب الامثال کو اردو زبان میں سمو دیا جن کی گہرائی میں جانے کا اکثریت کو کبھی خیال نہ آیا اور عرصۂ دراز سے وہ زبان زدِ عام ہیں۔ آیئے چند ایسے محاوروں کا تجزیہ کرتے ہیں' کیونکہ عام اردو بولنے والے اس کا غیر دانستہ طور پر شکار ہو گئے اور اس کے استعمال میں کوئی خرابی محسوس نہیں کرتے۔ مثلاً ''گئے تھے روزے بخشوانے نماز بھی گلے پڑ گئی''۔ اب اس محاورے سے صاف طور پر واقعۂ معراج کا تمسخر مطلوب ہے۔ روایت کے مطابق ابتدا میں رسول اکرم ﷺ کو پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا جو امت کی مجبوریوں کی بنا پر کم کر کے پانچ کی گئیں۔ روزوں کے احکامات تو قطعی طور پر علیحدہ ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ یہ ضرب المثل کتنی توہین آمیز ہے۔ اسی طرح جب کوئی حج کرنے کو جاتا ہے تو یار دوست چھیڑتے ہیں کہ ''نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی''۔ ذرا غور کیجئے کہ اس محاورے میں ایک مسلمان کے بیت اللہ پر حاضری کے لئے جو جذبات ہوتے ہیں اس کی کس قدر تضحیک کی گئی ہے۔

''جیسی روح ویسے فرشتے''۔ اس محاورے میں ہمارے اس عقیدے کا مذاق اڑایا گیا ہے جس میں منکر نکیر کے ذریعے مرنے والے کے ایمان کی بابت پوچھ گچھ کا پہلو شامل ہے۔ ایک اور بے ہودہ محاورہ ''ملا کی دوڑ مسجد تک'' ہے۔ اس محاورے میں ایک پابندِ صلوٰۃ مسلمان کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ وہ طنز کرتے ہیں کہ مسلمان نمازی کو نماز پڑھنے کے سوا دن بھر اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ ہمارے معاشرے میں عموماً باریش اور پابندِ صلوٰۃ شخص کو ملا کا لقب دیا جاتا ہے۔

''سر سجدے میں دھیان دغابازی میں''۔ آپ ذرا غور کریں کہ کس طرح ایک مسلمان کی کردار کشی کی گئی ہے اور اسے دغاباز ٹھہرا دیا گیا ہے۔ ''چور کی داڑھی میں تنکا'' داڑھی رکھنے والے کو چور کہہ کر داڑھی جیسی سنتِ مبارکہ کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ ہم اکثر اس محاورے کو بلا سوچے سمجھے استعمال کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ کیا لکھ اور کہہ رہے ہیں۔ ''دو ملاؤں میں مرغی حرام''۔ یہ محاورہ ہمارے علمائے کرام کی سراسر توہین کے مترادف ہے۔ لیکن ہم عام بول چال میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ ذرا اور آگے چلیں۔ کہا جاتا ہے ''کرے داڑھی والا پکڑا جائے مونچھوں والا'' اب داڑھی والے شخص کو ایک داڑھی منڈے کے مقابلے میں بے ایمان اور چور ظاہر کیا جا رہا ہے۔

لکھنؤ میں ایک محاورہ عام تھا' پاکستان میں شاید عام لوگ اتنا واقف نہ ہوں'' جس کو نہ دے مولا اس کو دے آصف الدولہ''۔ آصف الدولہ اودھ کے حاکم اور مخیر نواب تھے' لیکن اس محاورے میں کس طرح شرک کا پرچار کیا گیا ہے اور اللہ رب العزت کی (نعوذ باللہ) توہین کی گئی ہے' کیونکہ ہر طرح کی حاجت روائی اور مشکل کشائی صرف اللہ رب العالمین کے اختیار میں ہے۔

اگر ہم غور کریں تو اس طرح کی کئی اور باتیں سامنے آ سکتی ہیں۔ اس مضمون کا مقصد صرف یہ ہے کہ اہلِ قلم' دانشور

(باقی صفحہ 8 پر)

**مکتوب شکاگو**

رعنا ہاشم خان

## ہماری یتیمی بدستور باقی ہے!

اس وقت امریکہ گیارہ ستمبر کی پہلی برسی انتہائی دھوم دھام سے منانے کی شاندار تیاریوں میں مصروف ہے۔ اس دن کئی ممالک کے سربراہان مملکت گراؤنڈ زیرو پر امریکی حکومت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر دہشت گردی کے خلاف امریکہ کے شانہ بشانہ رہنے کے وعدے کی تجدید کریں گے۔ ٹھیک 8:46 پر امریکہ سمیت تمام دنیا میں ایک لمحے کے لئے مکمل خاموشی اختیار کی جائے گی۔ امریکہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ٹیلیویژن پر اشتہارات کا سلسلہ تمام دن بند رہے گا۔ موقعے کی مناسبت سے میوزک شوز دکھائے جائیں گے۔ امریکی ٹی وی تمام دن وقفے وقفے سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوتا دکھائے گا۔

مختصر یہ کہ اس دن خوف کی نفسیات میں مبتلا امریکی قوم شراب اور سگریٹ کی ریکارڈ توڑ فروخت سے لڑکھڑاتی امریکی معیشت کی ڈھارس بندھائے گی۔ آج تمام دنیا یہ جان چکی ہے کہ گیارہ ستمبر نے 'war profiteers' میڈیا اور انٹرٹینمنٹ انڈسٹری کو لاکھوں کمانے کا نادر موقع فراہم کر دیا۔ ناظرین اور قارئین کی توجہ جنگ اور ایڈونچر پر مشتمل موویز اور ٹی وی شوز قتل و غارت گری سے لبریز سنسنی خیز مواد پر تشدد ویڈیو گیمز' رونگٹے کھڑے کر دینے والی تصانیف اور اخبارات کے صفحۂ اول اور تسلسل کے ساتھ چلتی ٹی وی نیوز پر مرتکز ہو گئی۔ تشدد پر مبنی ہر قسم کا مواد امریکیوں میں انتہائی ولولہ انگیز گردانا جاتا ہے۔ لہٰذا میڈیا کی لگن و جستجو نے امریکی عوام کی اکثریت کو ان دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں حکومت کے ساز میں آواز ملانے پر آمادہ کر لیا جن کا نہ صرف گیارہ ستمبر کے واقعات سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ جن کی بڑی تعداد ایسے معصوم افراد پر مشتمل تھی جنہوں نے کبھی ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا نام تک نہیں سنا تھا۔ تاہم گیارہ ستمبر کا دن موت کا بھیانک سایہ بن کر معصوم افغانی شہریوں اور طالبان پر مسلط ہو گیا۔ امریکہ نے اپنے اس خوف کی افغانستان کی سرزمین پر دل کھول کر بھڑاس نکالی کہ اگر طالبان حکومت کو لگام نہ دی گئی تو وہ کافروں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیں گے۔ 1979ء میں سوویت یونین کے انخلاء کے بعد افغانستان میں لوٹ مار اور ظلم و ستم کا بازار گرم تھا' خواتین اور بچے قطعاً غیر محفوظ تھے' قندھار کے قریب ایک مدرسے کے معزز استاد ملا عمر نے مدرسے کے باقی اساتذہ اور طالب علموں کو جمع کر کے کہا کہ ظلم و ستم حد سے بڑھ چکا ہے اب اسے روکنا ہی ہوگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک لشکر تیار ہو گیا جس نے جہاں کا رخ کیا وہاں کے عوام ان کے ساتھ ہوتے گئے۔ بغیر لڑائی کے شہر فتح ہوتے چلے گئے اور افغانستان کے نوے فیصد سے زائد علاقے پر طالبان حکومت قائم ہو گئی جسے پاکستان' سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے تسلیم کیا۔ طالبان نے لاء اینڈ آرڈر پر خصوصی توجہ دی۔ نتیجتاً ہر طرف امن و امان ہو گیا اور طالبان نے بقول امیر تنظیم اسلامی خلافتِ راشدہ کی ایک جھلک دنیا کو دکھا دی۔ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ نے طالبان حکومت کا حیرت سے مشاہدہ کیا۔ ان کے لئے تو خواتین کا باحجاب' مردوں کا باریش ہونا اور ٹی وی' ریڈیو کی اخلاق سوزیوں سے معاشرے کو پاک کرنے والی طالبان حکومت پتھر کے زمانے کی مخلوق ثابت ہوئی اور چونکہ مغربی دنیا یہ نہیں برداشت کر سکتی کہ ان کی تہذیب کے سوا کوئی دوسری تہذیب اس کرۂ ارض پر سر اٹھائے لہٰذا اپنی فوجی طاقت کا ڈھیلا ان کے سامنے کیا جو ان کی اتھارٹی کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوئے۔ 1924ء میں مسلمانوں کی تیرہ سو برس کی تاریخ میں پہلی بار مرکزیت جاتی رہی۔ اس وقت تک ہمیشہ اور ہر دور میں خلافت کی شکل میں اہل اسلام کا مرکز ہمیشہ قائم رہا۔ مولانا محمد علی جوہر نے اس سانحے کو امتِ مسلمہ کی یتیمی سے تعبیر کیا۔ طالبان حکومت کے برسر اقتدار آنے سے یتیمی کا یہ داغ دھلنے کی جو امید بندھ چلی تھی اس کو آج کی سول سپر پاور نے جو خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتی ہے' جس طرح خاک میں ملایا ہے وہ ہمارے لئے گیارہ ستمبر کے سانحے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ نائن الیون یقیناً ایک افسوسناک دن کے طور پر یاد رکھا جائے گا کہ اس دن تین ہزار لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن ہم سوا بلین مسلمانوں کے لئے تو یہ دن یومِ سیاہ ہے کہ ہماری یتیمی بدستور باقی ہے!

## خاتمہ سود کے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا خلاصہ (۲)

# سود کی متبادل چند دیگر صورتیں

**14-1** صنعتی سرمایہ کاری کے سلسلے میں جو درمیانہ اور طویل مدت کے لئے ہو سودی قرضوں کے بجائے سرمایہ کاری کے نیلام کا طریق کار بھی قابل غور ہو سکتا ہے۔ اس طریق کار کے تحت تجارتی بینک طویل المیعاد قرضوں والے مالیاتی اداروں کے تعاون سے ایک کنسورشیم بنا سکتے ہیں۔ اس کنسورشیم کا کام یہ ہو کہ یہ صنعتی منصوبے پوری تفصیل کے ساتھ بنائے اور پھر اس یقین دہانی کے ساتھ ان منصوبوں کا اعلان کرے کہ وہ ان کے لئے مطلوبہ مشینری فراہم کرے گا۔ چنانچہ جو اس سے دلچسپی رکھتا ہو وہ درمیانی یا طویل مدت کے لئے رقم لے لے اور منصوبہ خرید لے۔ کنسورشیم اس منصوبے کی ایک مخصوص کردہ قیمت پہلے سے متعین کر دے جس میں منصوبے کی لاگت اور کچھ نفع بھی شامل ہو۔ شرط یہ ہو کہ جو سب سے زیادہ دام لگائے گا اس کو منصوبہ فروخت کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ رقم مخصوص کردہ قیمت سے زیادہ ہو لیکن کنسورشیم کو یہ حق ہوگا کہ وہ اگر سب سے زیادہ بولی دینے والے کو قابلِ اعتماد پارٹی نہیں سمجھتا تو اس کی بولی مسترد کر کے دوسرے نمبر والے کو منصوبہ فروخت کر دے۔ معاہدے میں ایسی دفعات بھی شامل ہوں جن سے منصوبے پر مناسب مدت میں عمل درآمد یقینی ہو اور خریدار کو بدعنوانیوں سے روکا جا سکے۔ بولی کی رقم خریدار مقرر کردہ مدت میں بالاقساط ادا کرے گا۔ وہ سرمایہ کار جو منصوبہ خریدے گا کنسورشیم کی پوری ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔ قطع نظر اس کے کہ اسے نفع ہوتا ہے یا نقصان۔ خیال یہ ہے کہ اس طریق کار میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ موخر ادائیگی پر فروخت کی ایک شکل ہے جس میں کنسورشیم کے واجبات کی ادائیگی کے بعد ساری مشینری وغیرہ کی ملکیت خریدار کی ہوتی ہے۔

معاشی نقطہ نظر سے اس طریق کار کا سب سے اہم فائدہ یہ ہوگا کہ خریدار صنعتی مشینری کی جو قیمت ادا کرے گا اس سے منصوبہ کی نفع بخشی کا بڑا اچھا اظہار ہوگا جو وسائل کی موثر تخصیص و تعین کے لئے ضروری چیز ہے۔

### ملکیتی کرایہ داری (Hire-Purchase)

ایک محدود پیمانے پر اور صرف ان جگہوں پر جہاں معاشی نقطہ نظر سے اس کا جواز ہو مشینری، ساز و سامان اور دیرپا استعمالی اشیا (Consumer Durables) خریداری کے لئے مالی وسائل فراہم کرنے کے لئے ملکیتی کرایہ داری کا ایک طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس میں بینک مشترکہ ملکیت کی بنیاد پر سامان کی خرید کے لئے روپیہ فراہم کریں گے اور گروی یا ضمانت طلب کریں گے اس کے معاوضے میں بینک کو اصل زر کی واپسی کے علاوہ اس کے کرائے میں بھی حصہ دیا جائے گا۔ کرایہ کے تعین کے وقت فرسودگی (Depreciation) کی چھوٹ دی جائے گی اور یہ بھی دیکھا جائے گا کہ مجموعی سرمایہ میں بینک کے سرمایہ کا تناسب کیا ہے۔ کرایہ والی اشیاء کے بیمہ کے مصارف بھی دونوں فریق اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کریں گے۔ البتہ اس کی ایسی ٹوٹ پھوٹ یا تبدیلی جس کی پہلے سے باضابطہ پیش بینی کی جا سکتی ہے بینک کے حصۂ ملکیت کی حد تک بینک کے ذمہ ہوگی اور باقی مرمت فریق

**جسٹس (ر) تنزیل الرحمن**

ثانی کے ذمہ۔

### عمومی شرح منافع پر سرمائے کی فراہمی

اس طریقے کے تحت ایک مخصوص سرکاری ایجنسی قائم کی جائے گی یہ ایجنسی طے کرے گی کہ کس صنعت یا کاروبار میں عام طور سے کتنا نفع واقع ہوتا ہے۔ بینک کاروباری لوگوں کو رقم فراہم کر دیں گے اور کاروباری حضرات اتنا منافع ادا کرنے کا یقین دلائیں گے۔ اب اگر کاروبار میں اصلی منافع اس عمومی شرح سے زیادہ ہوا تو کاروباری حضرات کا فرض ہوگا کہ وہ خود اس میں سے بینک کو مزید نفع ادا کریں۔ لیکن اگر نفع کم ہوا یا نقصان ہوا تو رقم لینے والا سرکاری ایجنسی کو پورے ثبوت کے ساتھ اس حقیقت پر مطمئن کر دے گا۔ چنانچہ بینک کم نفع قبول کرے گا یا نقصان میں حصہ دار بن جائے گا۔ اس طریق کار میں فائدہ یہ ہوگا کہ بینک کو حسابات کی جانچ پڑتال کے جھیلے میں نہ پڑنا پڑے گا اور دھوکے بازی کا امکان مسدود ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اس طرح چھوٹے چھوٹے تاجروں اور چھوٹی صنعتوں کو رقم فراہم کرنا آسان ہوگا کیونکہ یہ لوگ بالعموم اس قابل نہیں ہوتے کہ ٹھیک ٹھیک حسابات رکھ سکیں۔

کونسل کی رائے ہے کہ اگرچہ اس میں خالص فقہی نقطہ نظر سے کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ اس طریق کار میں حقیقتاً اوسط شرح منافع کاروبار کی بنیاد نہیں ہے بلکہ اگر مدت شرکت کے اختتام پر نفع کی کمی یا زیادتی ثابت ہو جائے تو نفع و نقصان کی تقسیم اس بنیاد پر ہوگا۔ لیکن کونسل یہ سمجھتی ہے کہ اگر اس طریق کار کو وسعت دی گئی تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ یہ رفتہ رفتہ خالص سود کے رواج کا سبب بن جائے گا۔ کیونکہ اگر حقیقی منافع اوسط شرح منافع سے زیادہ ہوگا تو موجودہ معاشرے میں ہر ایک سے یہ توقع رکھنا غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی کہ وہ زائد منافع رضا کارانہ طور پر دے دے گا اور اگر حقیقی منافع عمومی شرح منافع سے کم ہوا تو بسا اوقات تاجر کے لئے اسے ثابت کرنا مشکل ہوگا۔ چنانچہ دونوں صورتوں میں اغلب یہی ہے کہ حقیقی منافع سے قطع نظر یہ عمومی شرح ہی کاروبار کی بنیاد بن جائے گی اور رفتہ رفتہ اس میں اور متعین شرح سود میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ لہٰذا کونسل یہ سفارش کرتی ہے کہ اس طریق کار کو بہت محدود پیمانے پر صرف ناگزیر ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے اور اسے صرف ان چھوٹے تاجروں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے مخصوص کر دیا جائے جن کے اثاثے کم مالیت کے ہوں اور جن کے لئے باضابطہ اکاؤنٹ رکھنا اور آڈٹ کرانا ممکن نہ ہو۔ اس کے علاوہ مذکورہ سرکاری ایجنسی کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ معاشی تبدیلیوں کے پیش نظر وقتاً فوقتاً عمومی منافع پر نظر ثانی کرتی رہے اور نظر ثانی شدہ منافع کا اعلان کرتی رہے تاکہ متعلقہ فریقوں کو فرداً فرداً اور بار بار دوڑ دھوپ نہ کرنی پڑے۔

### قرض بعوض قرض

رقم دینے کا ایک اور قابلِ عمل طریقہ قرض بعوض قرض کا ہے۔ اس کا طریقہ ایک سادہ مثال سے واضح ہو سکتا ہے۔ فرض کیا زید کو بینک سے تین ماہ کے لئے ایک سو روپے درکار ہیں، بینک زید کو یہ غیر سودی قرض اس شرط پر دیتا ہے کہ زید اس کے بدلے دس روپے تیس ماہ کے لئے بینک میں امانت رکھوا دے۔ زید تین ماہ بعد بینک کو رقم واپس کر دیتا ہے لیکن بینک زید کو اس کی رقم تیس ماہ بعد واپس دے گا اور اس سارے عرصے میں وہ زید کی رقم کو نفع بخش کاروبار میں استعمال کرے گا اس طرح نہ تو زید بینک کو اپنے نفع میں سے حصہ دے گا اور نہ بینک زید کو اس کی رقم پر کچھ مزید ادا کرے گا۔ تاہم کونسل سمجھتی ہے کہ اسے سودی نظام کے متبادل ایک مستقل نظام کی صورت دینا درست نہ ہوگا۔ لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ کم آمدنی والے افراد کو ان کی

(باقی صفحہ 12 پر)

## امید کی کرنیں

تحریر: مسرت پروین

کہتے ہیں کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ آج کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے۔ دینِ اسلام کی سچائیوں اور اچھائیوں سے خائف یہودی' عیسائی اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے اور اسلام کو مٹانے کی بھرپور کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کے نام لیواؤں میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے' خصوصاً 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد خود امریکہ میں 34 ہزار امریکی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ آج دشمنانِ اسلام کے چہروں سے نقاب اتر چکا ہے اور ان کا مکروہ اور بھیانک چہرہ سب پر واضح ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں ؏ "خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا" چنانچہ آج امریکہ خود اپنے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس چکا ہے۔ کل جو لوگ امریکہ بہادر کا نام بڑے احترام سے لیتے تھے اور امریکہ کی انصاف پسندی کے گن گاتے تھے ان سب کے لئے امریکہ اب نفرت کا نشان بن گیا ہے اور اس کے وقار کا شیش محل چکنا چور ہو گیا ہے۔ جب امریکہ نے بے قصور اور نہتے مسلمانوں پر چڑھائی کی تو انسانیت سسک اٹھی اور پھر اپنے اسلحہ اور بارود کے زور پر وہ بربادی اور تباہی مچائی کہ شیطان بھی اس کی حیوانیت پر حیران رہ گیا۔ جب امریکہ کے بگڑے ہوئے لاڈلے اسرائیل نے ظلم وستم ڈھائے تو امتِ مسلمہ چاروں طرف سے اپنی تباہی و بربادی اور لٹی ہوئی عزت و وقار پر تڑپ اٹھی۔ فلسطین' چیچنیا' بوسنیا' کشمیر' بھارت' افغانستان میں اپنے مسلمان بھائیوں کا کشت وخون دیکھ کر امت کی سوئی ہوئی غیرت جاگ اٹھی' غفلت کے پردے چاک ہوئے اور آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ نوجوان لڑکیاں اور بانکے سجیلے جوان اپنے سروں پر کفن باندھ کر میدان میں آ گئے ہیں۔ وہ اپنے جسموں سے بم باندھ کر اسرائیلیوں اور امریکیوں کے غول میں کود جاتے ہیں کیونکہ سرفروشوں نے جان لیا ہے کہ اب وقت آن پہنچا ہے کہ لہو سے دیپ جلائے جائیں۔ آج ہم سب مسلمان شرمسار ہیں کہ دینِ اسلام سے دور ہو گئے' قرآن سے دور ہو گئے جس کی وجہ سے یہ تباہی بربادی اور ذلت ہمارا مقدر بنی۔ ہمیں چاہئے کہ خدا کے حضور اپنی خطاؤں اور گناہوں کی معافی مانگیں اور دوبارہ ایک پرچم تلے اکٹھے ہوں۔ اب ہم سب اپنی جان و مال اور زندگی داؤ پر لگا کر ایک غیور مسلمان کی حیثیت سے جینے کو ترجیح دیں۔ رات کی تاریکی ختم ہو رہی ہے اور امید کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب ہم بحیثیت مسلمان اپنے آپ پر فخر کریں گے!

## تلاش گمشدہ

تحریر: محمد سمیع' کراچی

مجھے تلاش ہے اپنے اس رفیق کی جو کراچی منتقل ہوا تو سہی مگر اس بڑے تجارتی شہر کی رعنائیوں میں گم نہیں ہوا۔ نہ تو وہ اس شہر کی Fast life سے متاثر ہوا اور نہ اس کی جاگتی منور راتیں اسے اپنی جانب راغب کر سکیں۔ وہ تو ایک چھوٹے شہر کا باسی تھا اور چھوٹے شہروں میں ہر شے کو تجارتی پیمانوں سے نہیں ناپا جاتا۔ وہاں انسانی قدریں دم نہیں توڑتیں۔ وہاں کے بسنے والوں کے اخلاق اور ان کی مروت کو سکوں میں نہیں تولا جاتا۔ ٹھیک ہے تلاش معاش اسے اس بڑے شہر میں کھینچ لائی تھی' لیکن اس کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ شہر بڑا ہے یا چھوٹا۔ وہ تو دین کا ایک ادنیٰ خادم تھا۔ اس نے تو اپنے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ ان تمام چیزوں کو ترک کر دوں گا جو اسے ناپسند ہیں اور یہ کہ اس کی راہ میں مقدور بھر جہاد کروں گا اور اس کے دین کی اقامت اور اس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے اپنا مال بھی صرف کروں گا اور جان بھی کھپاؤں گا۔ لہٰذا وہ اگر بیروزگار تھا تو کیا ہوا! ؏

بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

اس نے کراچی کے نظم سے رابطہ کرنے میں کوئی دیر نہ لگائی۔ اور پھر وہ ایک اسرہ کا نقیب بھی بن گیا۔ اس کا امیر اس کی کارکردگی پر بہت مطمئن تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا! اس نے بھی تو ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس شہر میں اجنبی ضرور ہے تاہم اس کا مشن اس کے لئے اجنبی نہیں۔ لیکن کسب معاش کے بغیر زندگی گزاری بھی تو نہیں جا سکتی۔ کچھ دن تلاش معاش کی جدوجہد کرنے کے بعد وہ مایوس ہو کر اپنے شہر واپس لوٹ گیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد وہ پھر ہمارے درمیان موجود تھا' اسی ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ جس پر کچھ کر گزرنے کا عزم جھلکتا تھا۔ تنظیم نے جب کبھی اسے کسی کام کے لئے پکارا، اس نے لبیک کہا۔ اجتماعات میں شرکت کا معاملہ ہو' مظاہروں میں موجودگی درکار ہو یا پھر کسی جلسہ کے انتظامات کا مسئلہ ہو، وہ ہر جگہ حاضر ہوتا۔ ہم نے اس کے ساتھ رات گئے شہر کی گلیوں میں پروگرام کی تشہیر کے لئے پوسٹر بھی چسپاں کئے۔ ہم سوچتے تھے ایسا ہوتا ہے تحریکی کارکن!

لیکن پتہ نہیں کیا ہوا۔ اس کی سرگرمیوں میں بتدریج کمی آتی گئی تا آنکہ وہ ایک دم منظر سے غائب ہو گیا۔ سنا ہے اس نے کوئی دوکان کھول لی ہے۔ یہ دوکانداری بھی عجیب شے ہے۔ شاعر نے تو کہا تھا کہ ؏ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے' لیکن میں کہتا ہوں کہ "دوکانداری کھا گئی رفقاء کیسے کیسے۔" وہ جو دین کی خاطر قید و بند کی صعوبتوں سے کامیاب و کامران نکلے، وہ جو دین کے لئے کچھ کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں، انہیں اس دوکانداری نے قید کر رکھا ہے۔ تمام تر خواہشوں کے باوجود، وہ اتنا کچھ نہیں کر سکتے جتنا وہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور کر بھی کیسے سکتے ہیں! صبح دوکان کھولنی ہے اور رات گئے بند کرنی ہے۔ اگر کسی دن دوکان بند کرنی پڑے تو گاہک کے خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ گاہک سے دین کی بات کرنے لگیں تو کاروبار کے خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ پھر بھی کچھ لوگ اس کی ہمت کر لیتے ہیں۔ لوگوں کو دین کی خدمت کے لئے قائل کرنا بھی جانتے ہیں۔ لیکن گاہکوں سے چند منٹ کی گفتگو سے کوئی نتیجہ نکلنے سے رہا۔ ذاتی رابطہ بھی منصوبہ بندی کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے۔ سرِ راہے گفتگو سے کوئی کامیاب ہو تو کیسے ہو! اور اگر ساری توانائیاں دوکانداری میں لگ رہی ہوں تو پھر کہاں اتنی فرصت کہ ہم اپنے اس وعدے کو یاد کر سکیں جو ہم نے اپنے رب سے کر رکھا ہے کہ اس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے اپنا مال بھی صرف کروں گا اور اپنی جان بھی کھپاؤں گا۔ مال تو دوکان میں لگا ہوا ہے اور جان دوکانداری میں کھپ رہی ہے۔ اس کے باوجود میں تو یہی پکار لگاؤں گا کہ ؏

ساتھی میرے کہاں ہے تو' مجھ کو تیری تلاش ہے

### بقیہ: اسلامی معیشت

ذاتی ضروریات کے لئے قرض دینے کی گنجائش رکھی جائے تو مجوزہ اسکیم کے بجائے یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ بینک اپنے ہاں یہ اصول مقرر کر لے کہ نجس اور غیر پیداواری کاموں کے لئے صرف ان لوگوں کو بلاسود قرض دے گا جن کا اکاؤنٹ پہلے سے ان کے ہاں موجود ہے۔ قرضوں کی مقدار اور ان کی واپسی کی میعاد مقرر کرنے میں بھی یہ بات پیش نظر رکھی جا سکتی ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈروں کی کتنی رقم کتنی مدت کے لئے بینک میں موجود رہتی ہے۔ اس سلسلے موزوں قواعد وضوابط پاکستان بینکنگ کونسل وضع کر سکتی ہے۔

نوٹ: مشہور ماہر معاشیات شیخ محمود احمد (مرحوم) نے جو کونسل کے مقرر کردہ پینل کے رکن بھی تھے اس نکتہ "قرض بعوض قرض" کے موضوع پر ایک علیحدہ تفصیلی نوٹ بھی مرتب کیا تھا جو بعد میں موصوف نے "سود کی متبادل اساس" کے نام سے کتابی صورت میں بھی طبع کرایا تھا جس میں اس اسکیم کے خدوخال نمایاں طور پر واضح کئے گئے تھے۔ مرحوم کی انگریزی کتاب Man and Money میں اس مسئلہ میں خاصی تفصیل ہے مگر ابھی یہ کتاب راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزری۔

## تنظیم اسلامی اسلام آباد کا دعوتی پروگرام

یہ پروگرام 26 اگست کو بعد نماز مغرب G-9 مرکز' ہوٹل الخیام میں ''عالمی سازشیں: اسلام کا مستقبل اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر منعقد ہوا۔ اس کے لئے نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کو مدعو کیا گیا تھا۔ انہوں نے سورۃ الصف کی آیات کے حوالے سے موضوع زیر بحث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ شیطان کے سب سے بڑے آلہ کار یہودی ہیں اور اس وقت امریکہ اور یورپی ممالک انہی کے اشاروں پر مسلم امہ کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا طالبان کے خلاف عالمی دہشت گردی کا مظاہرہ ہے اور اب وہ عراق کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ جناب حافظ عاکف سعید نے حاضرین کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ان حالات کے پس منظر میں مسلم امہ کے بچاؤ کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی جناب میں توبہ کریں اور قرآن کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ قائم کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے زریں اصولوں کی بنیاد پر ایک ایسی اجتماعیت کا وجود ناگزیر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بالفعل نافذ کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دے۔

اس پروگرام میں رفقاء واحباب کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور ایک گھنٹے پر محیط اس خطاب کو پورے انہماک اور توجہ سے سنا۔ اس پروگرام کے انعقاد اور کامیابی میں اسلام آباد کے رفقاء خاص طور پر جناب شوکت محمود عباسی اور پروفیسر محمد طارق خان کی انتھک محنت کا بہت دخل تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین! (رپورٹ: اعجاز احمد عباسی)

## ماہانہ رپورٹ شعبہ نشر و اشاعت بابت ماہ جولائی 2002ء

دوران ماہ جولائی 2002ء شعبہ نشر و اشاعت کی کارکردگی حسب ذیل رہی۔

(1) دوران ماہ جولائی امیر حلقہ جناب مرزا ایوب بیگ صاحب کے مضامین کمپیوٹر کمپوزنگ کے بعد روزنامہ دن کو لگاتار ہفتہ وار بنیادوں پر بھجوائے گئے۔ جن میں سے چار (i) آئینی ترامیم کا مجوزہ پیکج (ii) شیطان بزرگ (iii) صدر کی تقریر پر تبصرہ (iv) چانس کی چال بالترتیب 7' 13' 22 اور 28 جولائی کے ایڈیٹوریل صفحہ پر شائع ہوئے۔

(2) ہفت روزہ فیملی میگزین کے رپورٹر خالد نجیب خان صاحب سے راقم اور شیخ نوید صاحب نے اپنے دفتر حلقہ میں تفصیلی ملاقات کی اور فیملی میگزین میں اپنے لٹریچر کی اشاعت کے لئے تبادلہ خیال کیا۔

(3) شعبہ نشر و اشاعت کی تجویز پر امیر حلقہ مرزا ایوب بیگ صاحب نے مدیر ندائے خلافت حافظ عاکف سعید صاحب کا اداریہ بعنوان ''ڈوب مرنے کا مقام'' 6 ہزار کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کروایا۔

(4) ندائے خلافت کے فلسطین نمبر کے حوالے سے مختلف جرائد و دانشور حضرات کے تبصرے اور شکریئے کے خطوط امیر حلقہ کو موصول ہوتے رہے جو باقاعدگی کے ساتھ مدیر ''ندائے خلافت'' کو بھجوائے گئے۔

(5) شعبہ نشر و اشاعت لاہور نے (Online International News Agency) کے ذریعے امیر محترم کا خصوصی انٹرویو ریکارڈ کروایا جو پانچ اردو اخبارات (نوائے وقت' خبریں' دن' پاکستان اور انصاف) نے 5 اگست کے اخبارات میں نمایاں انداز میں شائع کیا۔

(6) انجینئر سلیم اللہ خان صاحب کی طرف سے سود کے حوالے سے بلائی گئی کانفرنس میں امیر حلقہ' راقم اور شیخ نوید احمد صاحب نے شرکت کی۔ امیر حلقہ نے کانفرنس سے خطاب بھی کیا۔

(7) مریدکے میں 20 جولائی کو منعقد ہونے والے جلسۂ عام کی پریس ریلیز وتصاویر تمام اخبارات کو پہنچائی گئیں۔ جلسہ سے قبل امیر محترم نے پریس کلب مریدکے میں پریس کانفرنس کی شعبہ نشر و اشاعت لاہور نے اس پریس کانفرنس کا انتظام کیا۔ راقم نے پریس کانفرنس اور جلسہ عام کی رپورٹ ندائے خلافت کے لئے لکھی جو شمارہ نمبر 30 میں شائع ہوئی۔

(8) حالات حاضرہ کے حوالے سے 4 پریس ریلیز امیر حلقہ کی طرف سے اخبارات کو جاری کئے گئے۔

(9) راہ نجات کتابچہ کی تلخیص و کمپیوٹر کمپوزنگ کروا کر فیملی میگزین میں اشاعت کے لئے بھجوایا۔

(10) ٹیکس فورم کے ایڈیٹر جناب شاہد پرویز جامی صاحب کو سیمینار کے انعقاد پر شکریئے کا خط سیمینار کی رپورٹ والے ندائے خلافت کے ساتھ ارسال کیا۔

(11) معروف صحافی نصرت مرزا سے شیخ نوید صاحب کی ملاقات کی روداد ندائے خلافت میں اشاعت کے لئے بھجوائی گئی۔

## تنظیم اسلامی لانڈھی/کورنگی کے زیراہتمام تربیتی اجتماع

25 اگست کو قرآن مرکز' کورنگی میں حلقہ سندھ (زیریں) کے امیر جناب محمد نسیم الدین کا ایک خصوصی لیکچر رکھا گیا۔ اس کا موضوع ''انفرادی دعوت کے اصول ومبادیات'' تھا۔ امیر حلقہ نے 26 نکات اور مختلف خاکوں کی مدد سے اپنے موضوع کو واضح کیا۔ ان کو سامنے رکھ کر کوئی بھی رفیق دعوت کے مرحلے سے گزرتے وقت کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے اندر ایک نئی قوت اور جذبہ محسوس کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان اصول ومبادیات کو سامنے رکھ کر دعوت وتبلیغ کا کام کرنے سے آپ اپنی بات کو دوسروں کے سامنے بہتر طور پر پیش کرسکیں گے۔

دعوت دین کا کام کرنے والے کو ایک سیلزمین کی مثال سامنے رکھنا چاہئے۔ جس طرح وہ کسی بھی موسم کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک دھن کے ساتھ اپنی اشیاء کی فروخت میں لگا رہتا ہے اسی طرح داعیٔ دین کو چاہئے کہ وہ بھی دعوت وتبلیغ کا کام ایک منظم انداز میں کرے۔ اس طرح وہ کامیابی کے ساتھ اپنا ہدف حاصل کرلے گا۔ تاہم ایک سیلزمین تو اپنے ذاتی فائدے کے لئے اتنی تگ ودو کرتا ہے جبکہ داعی میں جذبہ محرکہ دوسرے کا فائدہ ہونا چاہئے۔ داعی کو چاہئے کہ وہ اپنے مخاطب کی دلچسپیوں کے بارے میں اچھی طرح معلومات رکھے۔ اس طرح دعوت دینے کے بہتر نتائج آئیں گے۔ ذاتی مراسم قائم کرنے سے بھی اس کام میں مدد مل سکتی ہے۔ اپنی دعوت اور نقطہ نظر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے شخص کو بھی اپنی بات کہنے کا موقع دینا چاہئے۔ اس کے لئے چاہئے کہ افراد سے وقت لے کر گفتگو کی جائے تاکہ ہر پہلو سے تفصیلی بات ہوسکے۔ امیر حلقہ نے کہا کہ جو لوگ گفتگو نہ کرسکنے کا عذر پیش کرکے دعوت وتبلیغ کے کام میں حصہ نہیں لیتے' انہیں اپنے اندر کی خامیوں کو تلاش کرنا چاہئے۔

انہوں نے کہا کہ گفتگو کے تین اجزاء ہیں: (1) داعی' وہ فرد جو کسی خاص فکر کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ (ii) دعوت' وہ فکر جو داعی پھیلانا چاہتا ہے۔ (iii) مدعو' وہ فرد جس تک داعی اپنی بات پہنچانا چاہتا ہے۔ گفتگو کے دوران داعی کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ مدعو اس کی بات کو دلچسپی سے سن رہا ہے۔ اگر وہ اکتاہٹ محسوس کرے تو اپنی بات ختم کرکے کسی دوسرے وقت میں اس سے ملاقات کی جائے۔ اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں اس کے مؤقف کو صبر اور توجہ سے سننا چاہئے۔ متنازعہ امور کا مدلل جواب دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے بیان میں وزن پیدا کرنے کے لئے قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ بھی دینا چاہئے۔ داعی کو چاہئے کہ وہ اپنی گفتگو کو تین درجوں میں مدعو کے سامنے رکھے: تمہید' درمیانی گفتگو' اختتامی کلمات۔

اس لیکچر کا دورانیہ تقریباً ڈھائی گھنٹے تھا۔ رفقاء نے امیر حلقہ کی اس کاوش کو بہت سراہا اور عہد کیا کہ وہ آئندہ اپنی دعوتی سرگرمیوں میں ان نکات کو سامنے رکھیں گے۔ لیکچر کے دوران جناب محمد نسیم الدین نے رفقاء سے سوالات بھی کئے اور ان کے اطمینان بخش جوابات دیئے۔ اس پروگرام میں تقریباً 30 رفقاء نے شرکت کی۔ (رپورٹ: نوید کاشفی)

## انتقال پُر ملال

☆ حلقہ بہاولنگر سے تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے لئے منتخب رکن جناب رانا امجد علی خان کے والد ماجد حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال کرگئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی گلشن اقبال/گلستان جوہر' کراچی کے رفیق جناب محمد ارشد کے والد وفات پاگئے ہیں۔

☆ کراچی سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم جناب محمد رفیق الدین صدیقی کے برادر نسبتی قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے ہیں۔

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے درخواست ہے۔

supporting the aggressors and needless occupations. The US played a key role in originally targeting the message of Jihad against communism. We were told that godless communists are out there to eradicate Islam. Today the same US plays a far worse anti-religion role than former USSR and proposes way and means to promote and support secularism.

According to Joe Stephens and David B. Ottaway ("The ABC's of Jihad in Afghanistan", The Washington Post, March 23, 2002), International patrons supplied arms and religious literature that flooded Pakistani madrasas. Special textbooks were published in Dari and Pashtu, designed by the Centre for Afghanistan Studies at the University of Nebraska-Omaha under a USAID grant in the early 1980s. Written by American Afghanistan experts and anti-Soviet Afghan educators, they aimed at promoting values of Mujahideen and military training among Afghans. The same lessons are equally applicable to the all invaders and occupiers. USAID paid the University of Nebraska U.S.$51 million from 1984 to 1994 to develop and design these textbooks, which were mostly printed in Pakistan. Over 13 million were distributed at Afghan refugee camps and Pakistani madrasas "where students learnt basic math by counting dead Russians and Kalashnikov rifles".[2]

What else can the US expect from the kith and kin of the people they trained and "indoctrinated." Why blame madrassa? Whatever was true yesterday is true today as well. There can be no double standards of application for truth and justice.

Besides speaking volumes of the fear of Jihad, a careful reading of anti-Madrassa material also reveals the deep-rooted fear of Islam For instance, towards the end, the ICG report starts attacking any institution associated with Islam in the following words: "A new generation of modern religious schools is already transcending old barriers of class, gender and ethnicity in Pakistan. Networks of religious education for women and children, far more sophisticated and modern than the old madrasa, are competing with private schools and the government sector. Some, such as the al-Huda and Hira schools, indoctrinate young women through preaching and religious mobilisation. Women and children of urbanised, upper middle-class families are, therefore, being indoctrinated with the same zeal that marks the madrasa system. The stereotype of the turbaned, provincial Taliban is being remoulded in a presentable package, as an extremist ideology permeates the upper classes of Pakistani society."

We would close down all Madrassa, but unfortunately they are not the only target. The above passage shows that every kind of religious education has become "indoctrination" and promotion of "extremist ideology" for Muslims. They have to shun religion altogether if they want to be accepted as good Muslims. It proves that Madrassa are not the only targets. Eyes are set on every kind of institute that focuses on Islam in its curriculum -- no matter how well it may mix it up with secular education. There is no end to compromise on Islam.

### End Notes

*1. "Pakistan: madrasas, extremism and the military," International Crisis Group (ICG) Report, July 29, 2002.*

*2. Joe Stephens and David B. Ottaway. "The ABC's of Jihad in Afghanistan". The Washington Post, March 23, 2002.*


KHALID TRADERS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

NTN

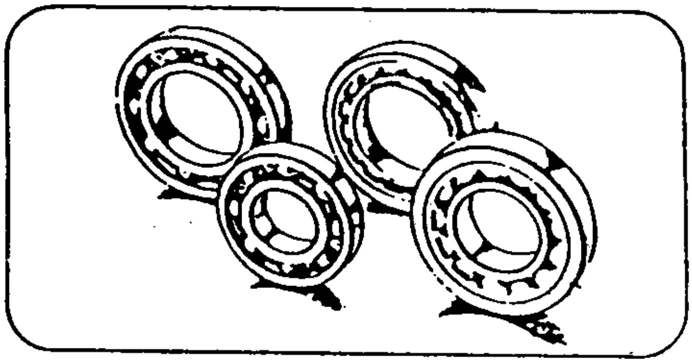

**PLEASE CONTACT**

*Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.*

G.P.O. Box # 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735803

E-mail : ktntn@poboxes com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : *SIND BEARING AGENCY*, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan) Tel : 7723358-7721172

*LAHORE :* 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones 7639610,7639718,7639810, Fax: (42) : 763-9918

*GUJRANWALA:* 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

The aim was to convey the message of Islam and Qur'an in its true sense with out any misinterpretation or dilution so that modern challenges do not force them to reinterpret deen for the changing times, but to adapt new trends in the light of deen-il-llah (religion of Allah). This was an effective way to end the British promoted difference among Muslims on the basis of tribe, cast, language or region.

A consensus has now emerged throughout the European and American capitals that their imaginary threat of Islam can never be neutralised as long as these Madaris are not eradicated altogether. Efforts are underway to tear down the established systems in these Madaris. Whatever was happening in the beginning of 20th century at local level under British colonial rule is happening on global scale under American colonial rule.

It is interesting to note that economic sanctions are the potent weapon of this age. An in depth view reveals that all funds are going to secular institutions. In a Muslim country like Pakistan, all jobs go to those who have secular degree either from Pakistan or abroad. Those who can speak English very well occupy all top slots. But despite all such sanctions, no one could starve millions of students in Madaris or reduce them in numbers. And no one will ever be able to bulldoze them neither with secular curriculum and secular system nor with real bulldozers. Remember Soviet Union, which erased every mosque, every Madrassa and martyred every bearded person, but the West still needs leaders like Islam Karimove to close down mosques on worshipers and jail "Islamists." We see people like Sheikh Abdullah Noori signing as future rulers of Tajikstan. Where did they come from?

It is wrong to assume that Maddaris are causing sectarian problem. It is the result of disinformation campaign and reports such as the one by ICG. All big shots, running the show of sectarianism, are products of secular colleges and universities. How many people died due to groups formed on the basis of their respective languages. However, no one goes for closing down colleges or universities for being incubators of such ideas. Hundreds of students die every year due to political differences in the same universities, but no one blames secular universities or their curriculum for it. Crime statistics also show that majority of the criminals involved in theft, rape, murders, abduction, etc., are educated in secular institutions - not religious schools. Some of the university campuses are homes for drug trade and use. No one blames secular education for that. No one suggests any changes in their curriculum.

Feudal lords have killed thousands in the name of honour. Thy have put hundreds of innocent and helpless people in their private jails. Raping poor women of the area is not a crime in their eyes. Why not any one asks about their Alma metre? From where did they graduate? Why not close them or legislate them all like Madrassa for their alleged crimes? Why not check the lists of most wanted in Pakistan and see that few of them have obtained their basic education from Madrassa and the rest of them from the regular secular schools and colleges? Why not obtain crime statistics from the police posts and close down all such institutions from where these criminals get educated?

Madaris are being blamed for fanning sectarianism. We need to keep in mind that Madaris do not teach how to hate and whom to hate. They don't call other traitors like politicians to declare their opponents (like Murtaza Bhutto) traitor and then also kill them. Madaris only teach the basic components of faith, which one must believe, and practice to be a Muslim. A Maulavi neither develops these injunctions of Islam nor any Mufti is authorised to add or subtract anything from the Holy Qur'an. Why do the accusers of Madaris not think that these institutions are in existence since centuries but there were no Shia-Sunni clashes or hatred among them? If religious institutions were responsible for sectarianism, it would not have been a latest phenomenon. We would have witnessed all such classes and terrorist attacks since long. The crux of anti-madrassa campaign is the fear of Jihad as the ICG report highlights: "Its rationale of existence remains virtually unchanged and as emotive as ever: to defend the faith of Islam - if need be through jihad." Actually this is the best form of Jihad. Not every war in which Muslims are involved is Jihad, but the one for defending the faith of Islam certainly is. It is good that reports from organisations such as ICG admit the reality that these Madrassa "do not necessarily conduct military training or provide arms to students" and that only "few" who went to fight in Kashmir and Afghanistan "had ever been to a traditional madrasa." The report also admits: "Traditionally, jihadi texts are not a part of the normal curricula of madrasas." The grievance, however is that they "encourage" them to "espouse jihad." So, the grievance is against the message of Jihad in Islam, not Madrassa, which is considered as a means and thus blamed and targeted.

It is worthwhile to mention that more than 90 per cent of the thousands of Mujahideen who fought the former Soviet Union in Afghanistan were never to any Madrassa. We know our own friends or relatives who did not need any Madrassa to "indoctrinate" them before taking part in Jihad, which is part and parcel of Islam - despite deliberate distortions of the term, most of the Muslims know when it is Jihad for Allah and when it is not.

Central Asian, North African and Caucasian Muslim arrived to participate in the Afghan war of liberation with preconceived knowledge of Jihad. None of them came to Madrassa to stay and take lessons before going to Jihad. Promotion of Jihad, like other obligations of Islam is not a curse. It should, however, not be misdirected to achieve political ends or worldly interests. If it is rightly targeting an evil, instead of fighting the sources, which promotes Jihad, the scaremongers should work to eradicate the evil against which Jihad became necessary.

Most of the Afghans who went back for Jihad were victims of Soviet aggression. Madrassa did not send them back. Like the Palestinians, they would not have engaged in fighting back if they were not orphaned, if they were not occupied, if they were not repressed. Instead of hating Jihad, why not stop

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

# Target: Jihad, Madrassa or Islam?

The years long demonizing campaign against the Taliban and the subsequent bloody drama of September 11 has successfully turned the world opinion against Mulla, Talib and Madrassa. Worldwide audience is whole-heartedly accepting whatever is published to further accuse the basic institutions of Islam as schools of terrorism and extremism. International Crisis Group's (ICG) latest report, "Pakistan: madrasas, extremism and the military," is the latest example of such efforts to actually fight against the spirit of Jihad in the name of fighting terrorism.

Interestingly, words such as Jihad and Jihadi have been used no less than 140 times in just 39 pages of the ICG report (excluding appendix). It shows Jihad phobia, which has always been the hallmark of those who think of ways to dominate Muslim societies. It is a grand misconception that eradicating the existing nature of madrassa would eradicate the spirit of Jihad. Apart from the fact that madrassa are not military training centers, those who understand the ground reality know that a single sitting before CNN, BBC or an hour of browsing American news media outlets on internet rekindles the spirit of Jihad more than staying for years in an isolated madrassa.

Keeping the colonial tradition alive, the report defines madrassa in the very second paragraphs of the report as "Pakistani religious schools that breed extremism of many hues," which "produce indoctrinated clergymen of various Muslim sects." The report goes on to blame military government for "the lack of commitment to reform." It calls the government's crackdown on religious institutions as "cosmetic," lacking "substance, legal muscle or an intent to institutionalise long-term change." The strongest of its recommendations is in the form of an appeal to western donors "focus heavily on rebuilding a secular system."

The first misconception needed to be clarified is that not all the Afghan Taliban came from "Deobandi seminaries in the Pashtun areas of Pakistan." Almost 65 per cent of the Taliban officials and workers at lower level had never been to any religious school. Most of the faculty members at Kabul University were graduates from US and other European countries with years of experience abroad. The concept of Jihad and a people's willingness to die for Allah is independent of Madaris. Most people come forward at anyone's call for Jihad when they physically or psychological suffer consequences of one or another kind of oppression. Madrassa do not play "supporting role" of recruiting grounds for "Jihadis." Occupied land of Palestine and Afghanistan, however, certainly do.

To understand if Madaris education and upbringing "really aim to indoctrinate with an intolerance of other religious systems" or not, one has to go back in history.

Just like Bush, British during their colonial rule over Indian subcontinent had not forgotten the Crusades and the fall of Roman Empire. For that reason, during the course of colonial rule, British left no stone unturned to suppress or throw away Muslims with their roots. Just like the present day American crusade against anything related to Jihad, British remained fearful of the Muslims' passion for Jihad. They used to get annoyed at the word Jihad and tried to let the Muslims understand that they are not against the Muslims but Jihad. Like the present American and Israeli Jihad-phobia and moderate-mania, the British used to tell Muslims that all those who renounce Jihad are acceptable Muslims.

British scholars and thinkers were unanimous in their belief that Muslims can never be dominated as long as they have a passion for Jihad. It was thus necessary to keep them away from Jihad. To achieve that objective, British rulers came up with a three-pronged strategy. They promoted sectarianism, imposed a regional and linguistic feudal system and introduced British education. They were right in their conviction that under the influence of these three snakes, Muslims would never be able to stand up for Jihad.

Just like the present day campaigns for "moderating" and "modernising" Muslims, the objective was to keep them at bay from the core values and crux of Islam in such a way that they adopt ways and act like Hindus. They wanted to reduce Islam to practicing a few rituals and rites. The Muslims were expected to make fun of their religion like communists and others. Objective of Christian missionaries (like Shelter Now International in Afghanistan under the Taliban) changed from converting Muslims to Christianity to keeping them away from Islam.

In response to the British imposed curses of secularism, feudal and educational systems, Muslim leadership took defensive actions with the objective to keep Muslims aware, on the right track, ready to practically engage in spreading the religion of Islam and do Jihad whenever necessary. They took some short and long term measures, which are as valid on global scale today as they were on local scale 135 years ago: a) establishment of pure religious institutions, b) revival of Sufism, and c) Dawa (invitation to Islam).

Just like the present crusade against Madaris, Lord Macaulay was of the opinion that his education programme would keep Muslim at bay from religion and subsequently jihad. After giving deep thought to every aspect of the challenge, religious leaders of the time decided to establish Madrassa Deoband in 1867. Initially the movement to establish Madaris seemed extremely vulnerable before the fully funded and protected English education system but soon the light spread all over sub continent.

One of the main objectives of the movement was to provide pure Islamic leadership to Muslims - a leadership that is groomed and trained in an Islamic environment